شوال ۱۴۳۲ھ
ستمبر 2011ء

اللہ
رسول
محمد

ماہنامہ المرشد

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

عَنِ الطُّفَیْلِ بْنِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّیْلِ قَامَ فَقَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اذْکُرُوا اللّٰهَ اذْکُرُوا اللّٰهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْهِ۔ (سنن الترمذی)

حضرت ابی ابن کعب فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم کی عادت مبارکہ تھی کہ دو تہائی رات گئے بستر راحت سے اٹھ کر آواز دینے لگتے۔ لوگو! اللہ کا ذکر کرو۔ لوگو! اللہ کا ذکر کرو۔ زلزلے پر زلزلے آنے والے ہیں۔ موت اپنی تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ آنے والی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگر دنیا کی دولت جمع کرنے سے بڑھتی ہے تو روحانی دولت تقسیم کرنے سے بانٹنے سے بڑھتی ہے لہذا کوشش کریں جن سے آپ کو محبت ہے وہ اپنے ہیں یا دوست ہیں ان تک پہنچائیں۔

حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

روحانی بیعت

اس سلسلہ عالی کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ ہر آنے والے کے ساتھ اتنی محنت کی جائے کہ اسے فنافی الرسول میں اس کی روح، روح اقدس رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حضور ﷺ کے سامنے حاضر کر کے حضور ﷺ کے دست اقدس پر اس کی روح سے بیعت کروائی جائے اس بیعت کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمارا تعلق نبی کریم ﷺ سے روایات کا ہے ساعت کا ہے ہم نے بزرگوں سے قرآن سنا، بزرگوں سے کلمہ سنا، بزرگوں سے آپ ﷺ کے احوال سنے اور اس پر ہمارا ایمان یقین اور ہمارا رشتہ ہے لیکن اگر ہماری روح کو آپ ﷺ کی بارگاہ کی حاضری اور حضوری نصیب ہو جائے تو اس ساعت کے رشتے میں اور اس قرب کے رشتے میں کروڑوں گنا طاقت کا فرق پیدا ہو جائے گا اور جو اطاعت ہم کر رہے ہیں، اس میں کروڑوں گنا ایثار کی زیادتی آ جائے گی، اب اس کے دو پہلو تھے یا ہم ہر آنے والے کو دنیاوی کام سے روک دیتے گوشہ نشین کر دیتے کم غذا دیتے کم سلاتے پھر اسے مشاہدہ بھی ہوتا، کشف بھی ہوتا، اس کی بیعت بھی ہو جاتی تو یہ جو لوگ دنیا سے کاٹ دیتے ہیں اس کا معاشرے میں اور ماحول میں اور احیائے دین میں کیا فائدہ ہوتا کچھ بھی نہیں۔ صرف یہ ہو جاتا کہ ہم کچھ لوگ صاحب کشف پیدا کر جاتے، اس کے علاوہ کوئی عملی فائدہ احیائے دین کے باب میں نہ ہوتا چنانچہ مشائخ عظام نے اور ہمارے اساتذہ نے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا راستہ منتخب فرمایا۔

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ
المرشد

ستمبر 2011ء شوال 1432ھ
جلد نمبر 33 | شمارہ نمبر 01
مدیر محمد اجمل
سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد
قیمت فی شمارہ 35 روپے
PS/CPL#15

فہرست

اداریہ	ابوالاحمدین	3
کلامِ شیخ	سیماب اویسی	4
اقوالِ شیخ	انتخاب	5
بیان سالانہ اجتماع 2011ء	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	7
مرتبان میں بچھو	اوریا مقبول جان	18
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	20
مسیحا کی تلاش	انور علی شاہ	29
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	32
من الظلمت الی النور	انور علی شاہ	42
حضرت ابوایوب محمد صالح ؒ	ابوالاحمدین	45
Attention of Shaikh		53
Hayat-e-Javidan		56

www.owaisiah.com/www.naqashbandiahowaisiah.com

بدل اشتراک

پاکستان	350 روپے سالانہ
بھارت اسری ہانگ کانگ ویتش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فاروسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس 0423-6314365 ناشر عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔
Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ منارہ ضلع چکوال۔
Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562198, email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

تقویٰ

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یہ رہبری کرتا ہے ان لوگوں کی جو متقی ہوں ہدایت، رہنمائی کے معنوں میں تو ساری انسانیت کے لئے ہے۔ دعوت الی الحق تو سب کے لئے ہے مگر رہبری صرف ایسے لوگوں کے لئے جو اپنے میں اس کے ساتھ چلنے کی استطاعت پیدا کرلیں۔ یہ قوت ہے تقویٰ، جس کا اردو ترجمہ ''ڈر'' لکھا ہوتا ہے۔ مگر یہ لفظ یہاں اس کی مراد کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اس کا اصل مقصد ایک خاص ڈر ہے جو کسی محبوب ہستی کی ناراضگی کا ڈر ہو۔ جو کسی کے روٹھ جانے کا اندیشہ ہو، جو ہر حال میں کسی پر نثار ہونے کی تمنا ہو۔ یہ وہ جذبہ ہے جو تمام خواہشات اور ارادوں کو، تمام آراء اور مشوروں کو صرف اس وجہ سے روک دے کہ ایسا کرنے سے میرا رب مجھ سے خفا نہ ہو جائے اور اگر بمقتضائے بشریت غلطی صادر ہو بھی جائے تو احساس گناہ دل میں کانٹے کی طرح چبھتا اور توبہ پر مجبور کر دیتا ہو۔ یہ تقویٰ ہے۔ ولم یصروا علی مافعلوا۔ حصول تقویٰ کیلئے کونسا راستہ ہے اور متقیوں میں کیا اوصاف پائے جاتے ہیں؟

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ۔ سب سے پہلی بات ایمان بالغیب ہے۔ کہ ایسے لوگ ان تمام باتوں پر جو حواسِ انسانی کی رسائی سے باہر ہیں۔ رسول پاک ﷺ کے بتانے سے ایمان لاتے اور تصدیق کرتے ہیں۔ سب سے بڑا غیب خود ذاتِ باری ہے جس کی قدرت اس کی تخلیق سے تو ہویدا ہے مگر جو نہ نظر آتا ہے نہ جس کی کوئی مثال بیان کی جاسکتی ہے پھر تمام حقائق اُخرویہ دوزخ و جنت، عذاب و ثواب، قبر، سوال و جواب قبر حشر و نشر، فرشتے، لوحِ محفوظ۔ غرض ہر وہ شے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے مگر حواسِ انسانی مادی کے ادراک سے بالاتر ہے اسے صدق دل سے مانتے ہیں اور یہ ماننا صرف اعتماد علی الرسول ﷺ پر منحصر ہے ورنہ کوئی حیلہ عقلی وہاں تک رسائی نہیں رکھتا۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

انصاف کی کرسی بہت طاقت رکھتی ہے۔ تاریخ نے کئی مرتبہ اس کے سامنے حکام وقت کو پیش ہوتے ہوئے دیکھا اور فیصلہ کا انتظار کرتے ہوئے لرزاں ترساں پایا۔ یہ اپنے وقت کے امیر المومنین تھے خلفائے مسلمین یا سلاطین بلاد لیکن ان کا دستور قرآن تھا' حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا اور نظام عدل شریعت مطہرہ کا جس کے سامنے کوئی صدر' کوئی سربراہ مملکت اور کوئی سالار سپاہ کسی استثناء کا استحقاق نہیں رکھتا تھا۔ اس نظام میں ظالم کمزور ترین اور مظلوم سب سے طاقتور قرار دیا جاتا کہ اس کی پشت پر کرسی عدل کی طاقت تھی۔ یہ دور گزر چکا اور اب کوئی ظالم اس دور کی بازگشت سننے کو بھی تیار نہیں۔ کروڑوں مظلوم چاہتے ہیں کہ یہ دور پھر سے لوٹ آئے تا کہ اُن پر توڑے جانے والے مظالم کی دادرسی ہو لیکن چند ظالم اس نظام عدل کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

کہتے ہیں انصاف کی کرسی اب بھی بہت طاقتور ہے۔ گاہے گاہے کسی ظلم کا ازخود نوٹس لینے کی بریکنگ نیوز عوام کو بھی یہی احساس دلاتی ہے۔ کسی مظلوم کی اچانک شنوائی ہوتی ہے اور اس کا ہاتھ تھام لیا جاتا ہے تو یہ خبر کئی روز میڈیا کی ٹاپ سٹوری نظر آتی ہے لیکن اچانک خبر غائب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد کوئی نہیں جانتا کہ مظلوم پہ کیا گزری اور وہ کون سے عوامل ہیں جو خبروں کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ اچانک مقدمہ ایک نئی سمت اختیار کر لیتا ہے اور کرسی عدل کبھی مجبور نظر آتی ہے اور کبھی بے نیاز۔ یہ دیکھتے ہوئے ہر شخص سوچنے پر مجبور ہے کہ اگر انصاف کی اس قدر بلند کرسی اپنے فیصلوں کے نفاذ میں قاصر ہے تو پھر کون ہے جو انصاف دے سکے؟ کون ہے جو دادرسی کر سکے؟ کون ہے جو ظالم کو قرار واقعی سزا دے سکے؟ ان سوالوں کا ایک ہی جواب ہے'

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ

مکمل انصاف تب ملے گا جب اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہو گی اور مجرم اس کے حضور پیش ہوں گے۔ یہاں تو قومی دولت لوٹنے کے بعد چند کروڑ واپس کرنے کی صورت اربوں معاف ہو جاتے ہیں اور اسے انصاف کہا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ایک شخص ہو گا اور پوری قوم فرداً فرداً اپنے حصہ کا مطالبہ کر رہی ہو گی۔ جرم کی تفصیل لکھی ہوئی سامنے ہو گی اور موقع کے گواہ موجود ہوں گے۔ بدن کے اعضاء جرائم کی داستان بیان کرنے لگیں گے تو اپنے دفاع میں کہنے کے لئے کچھ نہ ہو گا۔ حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ حکمرانوں کا حساب بہت مشکل ہو گا جب لاکھوں اور کروڑوں لوگوں کے ہاتھ ان کے گریباں پہ ہوں گے۔ کس کس سے دامن چھڑائیں گے اور کس کس کا حساب چکائیں گے۔ دنیا میں جو لوگ سینکڑوں اور ہزاروں انسانوں کے قتل میں ملوث ہیں انہیں یہاں ایک ہی بار پھانسی دی جا سکتی ہے لیکن اللہ کی عدالت میں ہر قتل کی الگ الگ سزا ہو گی جبکہ صرف ایک قتل ناحق پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں جلنا ہے۔

جب انصاف کی بلند و بالا کرسی اپنے فیصلوں کو نافذ کرنے میں مجبور نظر آتی ہے' احتساب کے ادارے بے بسی کا شکار ہیں اور مجرموں کو طرح طرح کے تحفظات حاصل ہیں تو لوٹ کھسوٹ کی یہ دوڑ کس طرح رک سکتی ہے۔ کاش خود کو مسلمان کہلانے والوں کو ''يَوْمِ الدِّيْنِ'' کا یقین نصیب ہو جائے اور دلوں میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا ڈر پیدا ہو کہ یہی احساس اصلاح احوال کا واحد راستہ ہے۔

ابوالاحمدین

کلام شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردسفر	نشان منزل	
کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر	
متاع فقیر	آس جزیرہ	دیدہ تر

اس بارے میں ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں:

''اپنی آسودگی کے لئے وہ ذکر کرتے ہیں فکر کرتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں یہ ان کے فرصت کے لمحوں کی فراست ہے۔ فراغتوں کو فروغ دینے کیلئے یہ مشغلہ انہوں نے اختیار کیا ہے شاید وہ ریلیکس ہونا چاہتے ہیں تو شعر کہتے ہیں لوگ اس کام کے لئے تفریح کے کیا کیا سامان ڈھونڈتے ہیں مگر ملک صاحب کی تفریح بھی ترفع سے خالی نہیں ان کی شاعری ان کے اعلیٰ وارفع معمولات کا ایک ہلکا پھلکا روپ ہے ان کی شاعری کے علاوہ بھی کچھ ہے اس شاعری سے کچھ لینے کے لئے حضرت اکرم صاحب کے پاس کچھ دیر بیٹھنا بہت ضروری ہے۔پھر پڑھنے والوں کو ایک اور ہی لطف آئے گا۔''

نعت

ملی ہیں خوبیاں انسان کو مدینے سے
چرائی پھول نے خوشبو وہاں پسینے سے

چمن میں فکر کی مثل بہار وہ آئے
سجی ہے رونق بزم جہاں قرینے سے

قبورِ جسم میں تھی دفن روحِ انسانی
نوید زندگی جاوداں مدینے سے

بچھڑ گئے تھے سبھی لوگ ذات سے اپنی
ملی شناخت یہ رب جہاں مدینے سے

تہی ہے ہادیؑ ، تو رہبر صادق
دکھایا حاصل کون و مکاں مدینے سے

جو دشمنی تھی وہ کافور ہو گئی فوراً
ہوئیں محبتیں ساری رواں مدینے سے

کہاں کرے گا کوئی اب تلاش نعمت کو
کہ بانٹے جاتے ہیں دونوں جہاں مدینے سے

کہیں ٹھہرتا نہیں ہے جو چل نکلتا ہے
بھری بہار کا سیل رواں مدینے سے

درِ حبیب پہ سیماب کو تلاش تو کر
اور وہ جائے گا اٹھ کر کہاں مدینے سے

(17 اپریل 1998ء مانسہرہ جامع مسجد حضرت عمار بن یاسرؓ)
''کون سی ایسی بات ہوئی ہے'' سے اقتباس

اقوالِ شیخ

☆ کسی کو دس روپے کی چیز لینی ہوتی ہے وہ دس گھنٹے گھومتا رہتا ہے اس دکان سے دیکھ، اس دکان سے دیکھ کہ صحیح بھی ہو، مضبوط بھی ہو، خوبصورت بھی ہو، قیمت بھی مناسب ہو دین کے معاملے میں سادہ سا جملہ کہہ دیا جاتا ہے جی بے شمار عقیدے بن گئے ہیں کہ کچھ پتہ نہیں چلتا لہٰذا چھوڑو۔ دنیا کے معاملے میں کوئی نہیں کہتا کہ پانچ سو دکان ہے اس بازار میں جوتوں کی۔ چلو جی خریدتے ہی نہیں۔

☆ بعثت عالی سے لے کر قیامِ قیامت تک مسلمانوں کے تین طبقے ہیں چوتھا کوئی طبقہ نہیں ہے۔ تین طبقے ہیں مسلمانوں کے مہاجرینؓ وانصارؓ اور صحابہؓ کے بعد قیامت تک آنے والے لوگ جنہوں نے ان سے رہنمائی لی، اور خلوص دل سے، صدق دل سے ان کا اتباع کیا

☆ آدم علی نبینا علی الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے انبیاء ورسل آئے جتنے اصحابہ وحی آئے، جن پر کتابیں آئیں، جن پر صحیفے آئے، بعض کے پاس کتابیں نہیں تو وہ پہلی کتابوں کا اتباع کرتے رہے کسی نبی کو یہ سند عطا نہیں کی گئی کہ دین مکمل ہو گیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں تھا۔ لہٰذا سند عطا کی گئی۔

☆ سوچنا چاہیئے کہ ہم کیسے آزاد ہوئے، کیا وہ غلامانہ نظام ختم ہو گیا جو انگریز نے بنایا تھا؟ اب ہمارا آزادانہ نظام ہے؟ پٹہ بھی گلے میں وہی ہے، زنجیر بھی وہی ہے، کھونٹہ بھی وہی ہے، ہاتھ بھی بندھے ہوئے ہیں، گردن بھی کھونٹے کے ساتھ بندھی ہوئی ہے، کیسے آزاد ہیں؟ پہلا مالک چلا گیا تم آزاد اس لئے ہوئے کہ اگلا مالک آ گیا۔

اصول ہے کہ اشیاء جتنی سستی بیچیں گے اتنی زیادہ بکیں گی، مزید آئیں گی، مزید بکیں گی تو منافع زیادہ حاصل ہوجائے گا۔ اسی طرح تجارت کا یہ بھی اصول ہے کہ کوئی چیز اس کی حقیقت کے خلاف نہ بیچی جائے کہ جو کچھ ہے وہ خریدار کو بتا دیا جائے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گذر بازار سے ہوا تو ایک دکان کے سامنے گندم کا ڈھیر تھا۔ گندم فروخت ہورہی تھی۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس ڈھیر میں ڈالا اندر سے دانے نکالے تو ان میں تراوت کا تھوڑا اثر تھا۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا بھئی یہ اندر سے تو گیلی لگتی ہے؟ عرض کیا گیا اس میں گردوغبار اور مٹی کا عنصر ہوتا ہے۔ ایک بار پانی سے ہم گذار دیتے ہیں تو بالکل صاف ہوجاتی ہے وہ مٹی پانی میں گھل کر نکل جاتی ہے۔ فرمایا لیکن نمی کا اثر اس میں ہے لہٰذا اگر کوئی گاہک آئے تو اسے بتانا کہ اوپر کے دانے خشک ہیں نیچے والوں میں نمی کا اثر ہے۔ یعنی حکم یہ ہے کہ ملمع سازی کر کے نہ بیچا جائے۔ دوسرا طریقہ ملازمت ہے، ملازمت جائز کام پر لی جائے جس کام کی اجرت لی جائے وہ کام پورا کیا جائے ورنہ تنخواہ حرام ہوجائے گی۔ دیانتداری سے پوری کوشش سے اپنی ذمہ داری پوری کی جائے۔ حصول رزق کا تیسرا طریقہ کاشتکاری ہے۔ اس میں بھی قواعد و ضوابط ہیں کہ حلال وحرام کی تمیز رکھی جائے۔ جس سے مزدوری کرائی جائے اسکی مزدوری دی جائے۔ فصل حاصل ہو تو جائز قیمت پر، جائز طریقے سے فروخت کی جائے۔ اور چوتھا طریقہ مزدوری ہے۔ حصولِ رزق کے یہ چار ذرائع حلال ہیں۔ اس کے علاوہ جتنے ذرائع ہیں وہ ناجائز ہیں۔ جیسے جوا، سود، چوری، ڈاکہ یا رشوت ہے جن میں ناجائز ذریعے سے رزق کمایا جاتا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ایک شخص دور دراز سے سفر کر کے بیت اللہ شریف آئے گا۔ سفر کے اثرات اس سے ظاہر ہونگے۔ بال پریشان، پراگندہ اور کپڑے میلے ہوں گے۔ لیکن وہ بے تابی بیقراری سے بیت اللہ میں داخل ہوجائے گا اور طواف کرے گا اور زور شور سے پکار رہا ہوگا لبیک اللھم لبیک اے میرے پروردگار میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا اسے کوئی جواب نہیں آئے گا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ! اتنی محنت کر کے سفر کر کے اس محبت کے ساتھ، درددل کے ساتھ آئے گا۔ پکارے گا تو جواب کیوں نہیں آئے گا؟ فرمایا اس کا کھانا پینا اور اس کا لباس حرام کا ہوگا۔ فرمایا میدان قیامت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے زندگی میں حرام بھی کھایا ہوگا لیکن پھر کچھ نیکیاں بھی کی ہوں گی۔ اور جب حساب کتاب ہوگا اور اللہ ان پر کرم فرمائے گا ان کی کوئی نیکی قبول فرما کر اُن کی نجات فرمادے گا۔ پھر بھی وہ سیدھے جنت میں نہیں جاسکیں گے اس لئے کہ جو گوشت حرام غذا سے بنا ہے النار اولیٰ بہ او کما قال رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا اس کا علاج دوزخ کی آگ ہی ہے۔ انہیں آگ میں جلنا ہوگا اور وہ حرام کا گوشت دوزخ میں جل جائے گا۔ اللہ کریم پھر انہیں نکال کر نیا گوشت دیں گے اس سے جنت جائیں گے۔ حرام کا گوشت لے کر جنت نہیں جاسکیں گے۔ اب یہ اللہ جانے کہ وہ گوشت جلانے کیلئے انہیں کتنی دیر دوزخ رہنا پڑے گا کہ دوزخ کے حساب جو ہیں وہ حقبہ کے حساب سے ہیں کہ اتنے حقبہ رہے گا۔ حضرت علیؓ کے قول کے مطابق دو لاکھ ساٹھ ہزار صدی کا ایک حقبہ ہوتا ہے تو دوزخ کے دن ان حقبوں میں گنے جاتے ہیں کہ کتنے حقبے رہے گا۔

سو میرے بھائی! ساری محنت کا حاصل یہ ہے کہ حصول رزق میں انتہائی احتیاط کرو، جائز طریقے سے کماؤ حلال طریقے سے کماؤ، اچھا کھاؤ، اچھا پہنو جتنا اللہ دے اتنا پہنو اپنی شان بنانے کیلئے نہیں کہ لوگ سمجھیں یہ بہت بڑا آدمی ہے۔ ہماری ایک عادت ہوگئی ہے کہ ہم اپنی حیثیت سے بڑھ کر نظر آنا چاہتے ہیں۔ جبکہ حکم یہ ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق رہن سہن رکھو۔ لیکن حیثیت سے کم بھی نہ پہنو یہ بھی ناشکری ہے۔ اور اپنی حیثیت میں رہو تو یہ اللہ کا شکر ادا کرنے کا سلیقہ بھی ہے۔ تعلقات میں توازن رکھو، بزرگوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کرو اور جہاں تک ممکن ہو دوسروں سے درگذر کرو۔ بات بات پر الجھنا زندگی کو مشکل بنا دیتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے درگذر کرو۔ جتنی تم درگذر کرو گے اس سے کروڑوں گنا زیادہ اللہ کریم تمہاری خطاؤں پر درگذر فرمائے گا۔

یہ اجتماعات یہ اذکار یہ رسمی نہیں ہیں، یہ صرف مل بیٹھنے کیلئے نہیں ہیں، یہ صرف اپنی تعداد ظاہر کرنے کیلئے نہیں ہیں کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ ہمارے ساتھ اتنے لوگ ہیں، اتنے ووٹ ہیں، یہ اس لئے نہیں ہیں۔ یہ اصلاح نفس کی ایک بنیادی کوشش ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمائی اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ہم جب یہاں سے جائیں تو ہم میں مثبت تبدیلیاں آ چکی ہوں۔ ہمارے کردار میں، لین دین میں، ہمارے بات کرنے میں، ہمارے معاملات میں، ہمارے رشتوں میں برداشت کرنا سیکھیے۔ دیکھیں اللہ کریم نے ہر ایک کو وجود دیا، زندگی دی، لحہ لحہ حیات دے رہا ہے۔ ہر ایک شے مصیبت سے تحفظ فرما رہا ہے۔ رزق دے رہا ہے ہر سیل میں خون پہنچا رہا ہے اور لوگ اس کی نافرمانی کئے جا رہے ہیں۔ وہ برداشت کئے جا رہا ہے۔ کسی کی روزی بند نہیں کرتا۔ زندگی کا طریقہ اور سلیقہ یہ ہے کہ دوسروں کو کچھ دیا جائے۔ زندگی کچھ دینے سے رواں رہتی ہے۔ اپنی زندگی تو ہر کوئی جیتا ہے۔ جانور بھی جیتا ہے۔ اپنا پیٹ بھی بھر لیتا ہے۔ بچے بھی پال لیتا ہے۔ انسان کا شرف یہ ہے کہ اس کے ساتھ اور کئی زندگیاں جو ہیں وہ بھی سیراب ہوں۔ باقی لوگوں کو بھی زندگی کی سہولتیں میسر ہوں۔ دوسروں کا بھی بھلا ہو۔ جیسے سورج روشنی و گرمی بانٹتا ہے۔ اگر وہ دینا چھوڑ دے تو زندگی ختم ہو جائے۔ ہوا میں بادل بارش پانی دیتے ہیں، زمین روئیدگی دیتی ہے۔ خود انسان کے بدن کا سارا خون دل سے چلتا ہے وہ ہر رگ جاں میں بھیجتا ہے۔ اگر یہاں تک خون آئے اور ہاتھ اپنے تک روک لے، آگے نہ جانے دے تو اس سے اگلا حصہ مر جائیگا۔ اسی مثال سے دیکھا جائے کہ آپ معاشرے کو کیا دے رہے ہیں، قوم کو کیا دے رہے ہیں، ملک کو کیا دے رہے ہیں، دین کو کیا دے رہے ہیں، نظریئے، عقیدے اور عمل کو کیا دے رہے ہیں؟ اس طرح دیکھنا چاہیے اور دیکھنا بھی اپنے کو چاہیے کہ میں کیا دے رہا ہوں؟ اگر ایک شخص غلط کام کرتا ہے جس کے ساتھ زیادتی کرتا ہے، اس کا مال کھا لیتا ہے یا جھوٹ بولتا ہے تو وہ متاثر ہوگا۔ اس گناہ پر ظلمت بنتی ہے جو پوری فضا کو متاثر کرتی ہے اور گناہوں سے پوری دنیا کا امن تہہ و بالا ہوتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (الروم:40) لوگوں کی کرتوتوں کی وجہ سے زمینوں اور سمندروں میں فساد برپا ہو جاتے ہیں، طوفان آ جاتے ہیں، زلزلے آ جاتے ہیں، زمین پھٹ جاتی ہے، یہ کچھ لوگوں کے کرتوت ہوتے ہیں ان کے گناہ ہوتے ہیں۔

اور اللہ بڑے کریم ہیں۔ اللہ کریم نے جب تک اس دنیا کو قائم رکھنا ہے تب تک توازن قائم رکھے گا۔ یہ اسکی قدرت کاملہ ہے کہ جتنی برائی بڑھے گی اتنی دوسری طرف نیکی بھی بڑھادے گا۔ اگر برائی کرنے والے افراد زیادہ ہوں گے اور نیکی کرنے والے کم تو یادرہے کہ نیکی کرنے والے افراد ہر زمانے میں کم ہوتے ہیں لیکن ان کی نیکیوں کا وزن اتنا ہوتا ہے کہ اس برائی سے دنیا تباہ نہیں ہوتی۔ اسکو balanced اور متوازن رکھتا ہے۔

میں واقعی حقیقی طور پر اپنے دل سے یہ سمجھتا ہوں کہ ہم اس قابل نہ تھے کہ ہمیں یہ مراقبات یہ مشاہدات، یہ کیفیات نصیب ہوتیں۔ یہ تو اللہ کی مرضی اس نے توازن تو قائم رکھنا ہے اگر دنیا میں برائی اور کفر بڑھ گیا ہے تو اس نے ایمان والوں میں کچھ لوگ ایسے پیدا فرمائے ہیں کچھ لوگوں پہ یہ کرم فرمانا ہے کہ ان کے دلوں میں انوارات و کیفیات اتنی ہوں جو اس برائی کو غالب نہ آنے دیں۔ اب وہ کس کس کو چنتا ہے یہ اس کی مرضی تو آپ صرف اس اجتماع میں نہیں آئے آپ پر اللہ نے احسان فرمایا ہے کہ اس توازن کو برقرار رکھنے کیلئے جو نیک افراد چاہئیں آپ کو ان میں شامل کرلیا ہے۔ تو جب وہ احسان فرماتا ہے تو اس کا شکرادا کرنا چاہیے اپنے آپ پر فخر نہیں کرنا چاہئے۔ یہ نہ میرا کمال ہے نہ آپ کا کمال ہے۔ دیکھو کیسے زمانے گذرے، کیسے کیسے عظیم لوگ گذرے۔ تابعین میں خواجہ حسن بصریؒ تھے، سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے بعد ہمارے سلسلے کے سرخیل ہیں، سردار ہیں۔ تابعین میں سے تھے۔ پھر ان کے بعد اس سلسلے کے بھی کتنے عظیم لوگ گذرے۔ باقی سلاسل کے کتنے اولیاء اللہ گذرے۔ کتنے کتنے نامور لوگ گذرے۔ ہر نامور آدمی کے ساتھ اگر کروڑوں نہیں تو لاکھوں لوگ ضرور وابستہ ہوں گے۔

عجیب بات یہ ہے کہ پوری تاریخ تصوف دیکھ لیجیے۔ کیفیات قلبی اور ذکر قلبی بڑی سے بڑی ہستی نے بھی صرف چار پانچ، دس آدمیوں کو سکھا دیا۔ باقی کو زبانی اصلاح پر رکھا اور اوراد و ظائف، تسبیحات بتائیں۔ نماز روزے کی تلقین کی لیکن یہ دولت عام نہیں ہوئی۔ خواتین کا باب جب ہم دیکھتے ہیں تو پوری تاریخ تصوف میں صرف ایک رابعہ بصریؒ کا نام نامی ملتا ہے۔ خواتین میں اور کوئی قابل ذکر نام تاریخ تصوف میں نہیں ملتا۔ وہ بھی حضرت حسن بصریؒ کی نظر کرم کی مرہون منت تھیں۔ انہی کی شاگردہ رشید تھیں۔ حضرت بصریؒ نے ایک خاتون کو توجہ دی اور گنتی کے چند مردوں کو۔ باقی کو ظاہری اصلاح پہ رکھا۔ وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ تھی عمومی زمانہ نیکی کا تھا۔ کثرت بھلے لوگوں کی تھی برائی کم تھی۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی تلوار کی ضرب برائی پر پڑی تھی اور برائی بہت کم ہوگئی تھی۔ چیزیں ظاہری اعمال سے balanced رہنے لگ گئیں لیکن اب نوبت یہاں پہنچ گئی ہے۔ برائی اتنی بڑھ گئی ہے کہ اب لوگ برائی کو برائی نہیں کمال سمجھتے ہیں۔ آپ کافروں کو تو جانے دیجئے وہ تو کافر ہی ہیں ہر برائی کو اچھا سمجھتے ہیں۔ یہ تو اللہ کی سزا ہے کہ کافر کو برائی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ یہ بھی اللہ کی ایک سزا ہے کہ وہ اسی میں لگا رہتا ہے۔ آپ مسلمانوں کو دیکھئے۔ آپ کو مسلمانوں میں لاکھوں ایسے لوگ ملیں گے جو قتل کر کے ڈاکہ کر کے لوگوں پر ظلم کر کے فخر کرتے ہیں کہ میں نے اتنے قتل کردیئے، میں نے اتنے ڈاکے کئے، میرا کسی نے کچھ نہیں بگاڑا۔ آج ملک میں کیا ہورہا ہے؟ سینکڑوں لوگ روز مارے جارہے ہیں نہ مارنے والے کو پتہ ہے کہ میں نے کس کو گولی ماری نہ مرنے

والے کو پتہ ہے مجھے کس نے گولی ماری۔ یہ فیصلہ تو قیامت کو ہوگا۔ اور لوگوں کو اس پہ شرمندگی نہیں۔ مارنے والوں کو فخر ہے میں نے یہ کر دیا میں نے وہ کر دیا۔ جب برائی اس حد تک بڑھی تو اللہ کریم نے حضرت جیؒ کے ذریعے برکات رسول اللہ ﷺ کو عام کیا اور حضرات و خواتین، مرد عورتیں، کیفیات و انوارات سے سیراب ہونے لگے۔ اب یہ اللہ والوں کا ایک ایسا گروہ بن گیا ہے کہ اللہ کی شان ہے یہ پوری دنیا میں موجود ہیں۔ دو ہیں یا چار، دس ہیں یا پانچ ہیں، پانچ سو ہیں یا پانچ ہزار ہیں لیکن دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں نسبت اویسیہ کے حاملین ذکر نہ کر رہے ہوں۔ کیا عجیب اللہ کی شان ہے کہ ہم رات کو جو گھنٹہ بھر ذکر کرتے ہیں اس میں آسٹریلیا سے امریکہ کے مغربی ساحلوں تک اور چین سے افریقہ تک کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ تو یہ اس کی قدرت کاملہ ہے کہ جہاں جہاں برائی کا بوجھ بڑھ رہا ہے وہاں وہاں اس نے اپنے نام کی برکات رکھ دی ہیں۔ دنیا کو چلانے کیلئے۔ ابھی دنیا کی کچھ عمر باقی ہے۔ جب تک دنیا نے چلنا ہے تب تک یہ نظام رہے گا۔ تو یہ اتنا عظیم کام ہے کہ یہ کائنات کی بقاء کا معاملہ ہے۔ اگر اس بقاء کا سبب اللہ نے آپ کو چن لیا ہے تو آپ ساری زندگی سجدے میں بھی پڑے رہیں تو شکر ادا نہیں ہوتا۔ یہ تو اس کا انتخاب ہے، جس کو چاہا توفیق دے دی۔ دنیا میں مجھ سے، آپ سے زیادہ پڑھے لکھے لوگ بھی ہوں گے۔ مجھ سے، آپ سے زیادہ خوبصورت لوگ بھی ہوں گے، مجھ سے اور آپ سے زیادہ امیر لوگ بھی ہوں گے۔ آپ سے، مجھ سے زیادہ باا ثر لوگ بھی ہوں گے۔ تو ان سب میں اس نے جن جن لوگوں کو ان کیفیات قلبی کے حصول کی توفیق عطا کر دی یہ اس کا بہت بڑا احسان ہے۔ اور اس کا شکر ادا کرتے رہیے گا۔

اسلام پل بھر کی بات نہیں کہ آپ یہاں آئے آپ نے اللہ اللہ کی آپ بخشے گئے۔ آپ عرس پر گئے آپ نے روٹی کھائی پیسے جمع کرائے آپ بخشے گئے یا آپ دروازے سے گذر گئے آپ جنتی ہو گئے۔ نہیں اسلام زندگی کا سودا ہے جب تک دم میں دم ہے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر:99) دم واپسیں تک موت کے آنے تک اللہ کی اطاعت پر کاربند رہنا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی پر جم کر رہنا ہے۔ یہ زندگی کا سودا ہے۔ آپ نے زندگی محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر قربان کر دی یہ دنیا کی چند روزہ زندگی تھی۔ وہاں سے آپ کو آخرت کی دائمی زندگی باغ و بہار بن کر مل گئی۔ تو سودا سستا ہے اس کے لئے ہم نے دینا کیا ہے؟ ہمارے پاس دینے کو ہے کیا؟ صرف یہی کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دیں، حرام کھانا چھوڑ دیں، تو یہ تو ویسے ہمارے لئے ضروری ہے۔ ہم نے کسی پہ احسان تو نہیں کیا اپنی بقاء کے لئے کیا ہے۔ جس طرح جسم کی بقاء کے لئے پرہیز ضروری ہے۔ جو چیزیں جسم کو راس نہیں آتیں وہ چھوڑ دی جاتی ہیں۔ روح کی حیات کے لئے بھی گناہ سے پرہیز ضروری ہے۔ یہ تو ہماری مجبوری ہے۔ ہماری ضرورت ہے لیکن وہ ایسا کریم ہے کہ ہم کام اپنی ضرورت کا کرتے ہیں۔ بدن ہمارا بیمار ہوتا ہے بتاتا تو ڈاکٹر ہے تمہیں یہ چیز مناسب ہے یہ کھاؤ یہ مت کھاؤ۔ اگرچہ بدن ہمارا ہے لیکن اس کے لئے کیا مفید ہے کیا غیر مفید ہے ڈاکٹر بتاتا ہے۔ اسی طرح روح ہماری ہے لیکن پتہ محمد رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ وہ بتاتے ہیں، پھر کمال یہ ہے کہ یہاں معاملہ الٹا ہے۔ عشق و محبت میں جو ہم سنتے آئے ہیں کتابوں میں

پڑھتے آئے ہیں، شعر و شاعری میں، ادب و نثر میں پڑھا ہے، مضامین میں پڑھا ہے وہ یوں ہے کہ کسی نے کسی کو دیکھا اسے اس کی شکل پسند آئی عاشق ہوگیا۔ کسی کو کسی کی کوئی اور صفت پسند آئی عاشق ہوگیا۔ تو مطلب یہ ہے کہ محبت میں عاشق کو کوئی بات بھلی لگتی ہے اسکے دل کو لبھاتی ہے تو وہ عاشق ہوجاتا ہے۔ ابتداء عاشق کی طرف سے ہوتی ہے۔ یہاں معاملہ الٹا ہے نہ ہماری نگاہ اس ذات کو دیکھ سکتی ہے نہ اس کے جمال کو دیکھ سکتی ہے۔ نہ ہمارا ذہن اس کو سوچ سکتا ہے نہ ہمارا علم اس کا احاطہ کرسکتا ہے نہ کوئی مثل ہے نہ کوئی مثال ہے تو پھر یہاں کیا معاملہ ہے فرمایا یہاں معاملہ یہ ہے وہ جس سے چاہتا ہے محبت کرتا ہے۔ بندہ پہلے معشوق بنتا ہے، عاشق نہیں بن سکتا۔ يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ (المائدہ:54) اللہ ان سے محبت فرماتے ہیں جس سے اللہ محبت فرماتے ہیں اس کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوجاتی ہے پھر وہ اللہ سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ یعنی دنیا کے معاملے کے مقابل یہاں معاملہ برعکس ہے۔ بالکل الٹ ہے۔ دنیاوی چیزوں پر کوئی عاشق فریفتہ ہوتا ہے یہاں معشوق محبت کرتا ہے۔ اور اسے اپنا عاشق بنالیتا ہے تو حضور ﷺ نے بڑا آسان نسخہ بتایا ہے۔ کہ میرا اتباع کرو پھر اللہ تمہیں چن لے گا۔ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔ معشوق بنالے گا اور تمہارے دل میں ایسا عشق ڈالے گا کہ تم معشوقیت سے بڑھ کر اللہ کے عاشق بن جاؤ گے اس کے لئے جان لٹانے پہ تیار ہوجاؤ گے۔ فرمایا محبت الٰہی چاہتے ہو تو فَاتَّبِعُوْنِيْ سادہ سی بات ہے۔ میری غلامی کرلو، میرا اتباع کرلو، میری اطاعت کرلو يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اللہ تم سے محبت فرمائیں گے تو تمہارے دل میں محبت کا سمندر موجزن ہوجائے گا۔ وہ محبت کرے گا تو اپنی شان کے مطابق کرے گا۔ اسکی محبت کی کیفیات دل میں آئیں گی تو اس کی شان کے مطابق آئیں گی اور جب وہ محبت تمہارے دل میں آئے گی تو پھر کوئی گناہ تمہیں اپنی طرف راغب نہیں کرسکتا۔ تم عشق الٰہی میں مبتلا ہوجاؤ گے اور عاشق کبھی معشوق کی مرضی کے خلاف نہیں کرتا۔ فان المحب لمن یحب مطیع جو کسی سے محبت کرتا ہے اس کا غلام ہوجاتا ہے۔ جب کسی کو کسی سے محبت ہوجاتی ہے تو محبت کرنے والا محبوب کا غلام ہوجاتا ہے۔ پھر وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس میں اس کی عزت ہے یا بے عزتی ہے۔ لوگ کیا کہیں گے، کسی نے کیا کہا؟ وہ کہتا ہے لوگ خواہ کچھ بھی کہتے رہیں۔ میں وہی کروں گا جو میرا محبوب ﷺ چاہتا ہے اور یہ ہے اسلام۔

تو یہ ساری محنت، سارا مجاہدہ، سارا اجتماع، سارے بیان، ساری کوششیں اس ایک کام کے لئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ہم میں سے جس جس کو اللہ کی محبت نصیب ہوگئی وہ کامیاب ہوگیا۔ انسان کی بدنصیبی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی بڑائی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ طب کا ایک اصول ہے طبیب کہتے ہیں دنیا میں کوئی زہر نہیں۔ وہ کہتے ہیں سانپ کا زہر بھی زہر نہیں ہے۔ اور واقعی طبیب سانپ کے زہر سے لوگوں کا علاج کرتے ہیں اور لوگ ٹھیک ہوجاتے ہیں۔ سنکھیا سب سے بڑا زہر ہے حکیم اس کا تیل بناتے ہیں اور وہ کہتے ہیں سوئی کی ذرا سی نوک اس تیل میں لگا کر آپ کسی حلوے یا کسی کھانے والی چیز میں وہ نوک لگادیں اور وہ کھالیں وہ آپ کے جسم کو تقویت دے گا تمام درد ٹھیک کردے گا۔ پٹھے درست ہوجائیں گے اور اگر آپ سنکھیا کی چھوٹی سی گولی کھالیں گے تو مرجائیں گے۔ یعنی مقدار کی زیادتی نے اسے زہر بنادیا۔ سانپ کے زہر کی بھی ایک ہلکی مقدار

سے طبیب بعض بیماریوں کا علاج کر لیتے ہیں۔ اور وہی سانپ جب کاٹتا ہے تو کئی گنا زیادہ زہر وہ اپنے ٹیکے کے ذریعے اندر داخل کر دیتا ہے اور بندہ مر جاتا ہے۔ تو اطباء فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی موزوں مقدار ہی میں فائدہ ہے اس سے زیادہ میں نہیں جیسے دودھ تو غذا بھی ہے دوا بھی ہے لیکن کسی شخص کے پیٹ میں کسی طرح دس سیر دودھ ڈال دیں تو وہ مر جائے گا اس کے لئے دودھ ہی زہر بن جائے گا۔ بے حساب کھانا کھالیں تو وہی زہر بن جائے گا۔ یعنی ہر چیز کی مقدار کی ایک حد ہے۔ حد سے زیادہ کھا جائیں تو زہر بن جاتا ہے۔ اسی طرح کردار کی حد ہے۔ اپنی حد کے اندر رہیں تو عشق الٰہی نصیب ہو جاتا ہے لیکن یہاں خطرہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب میرا کمال ہے۔ اب میں بہت برگزیدہ ہو گیا ہوں لوگوں کو چاہئے کہ میرے ہاتھ چومیں، میرے گھٹنوں کو ہاتھ لگائیں، میرے قدموں پر نوٹ نچھاور کریں۔ اگر یہ سب کچھ نہ بھی کریں تو مجھے بہت نیک اور پارسا تو سمجھیں۔ یہ خوراک بڑھ جاتی ہے اور زہر بن جاتی ہے جب اپنی بڑائی کا خیال آ جاتا ہے اپنی پارسائی کا خیال آ جاتا ہے اپنی بزرگی کا خیال آ جاتا ہے تو گویا وہ dose بڑھ گئی خوراک بڑھ گئی اور وہ کام جس نے عشق الٰہی نصیب کرنا تھا وہ روحانی موت کا سبب بن جاتا ہے۔ تو میرے بھائی اعتدال اور توازن ہر معاملے میں ضروری ہے اور ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔ ذات باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔ وہ پنجابی کا ایک قصہ مشہور ہے کہ کوئی درویش تھا خانہ بدوش غریب آدمی اللہ اللہ کرتا تھا۔ ایک ٹٹو سا پال رکھا تھا۔ وہ کہیں رات کو بھیڑیئے آئے اور اُسے مار گئے۔ وہ ایسے ہی پھرتا رہتا تھا۔ گاؤں کے باہر پھر رہا تھا۔ بھیڑیئے مار کر کھا گئے۔ اب باباجی کو صبح پتہ لگا تو باباجی گلی گلی پھریں اور کہیں "ماریں آپ تے ناں گھیاڑاں دے" کہ اللہ کریم آپ نے خود مار دیا اور بھیڑیوں کے ذمے لگ گیا۔ تو گاؤں والے ڈرے انہوں نے کہا یہ بابا صبح شام یہی کہتا ہے کوئی مصیبت نہ آ جائے اسے کوئی ٹٹو سا خرید کر دے دو یہ خاموش تو ہو۔ تو وہ اس کیلئے چھوٹا سا گھوڑا لے آئے۔ انہوں نے کہا باباجی آپ یہ گھوڑا رکھ لیں اور یہ جملہ چھوڑ دیں اور اللہ کا شکر ادا کریں آپ کو گھوڑا مل گیا۔ تو باباجی نے جملہ بدل لیا اب انہوں نے کہا

"دیویں آپ تے دین گرائیاں دے"

کہ عطا خود کیا اور مجھ پر احسان گاؤں والوں کا ہو گیا۔ تو جب بندہ اس حقیقت کو پالے کہ سب کچھ وہی ہے میں کچھ نہیں ہوں تب عشق کی چاشنی محبت کا مزہ اور کیفیات نصیب ہوتی ہیں۔

دنیا میں ہمیں رہنا ہے۔ دنیا کے استعمال سے اللہ کریم نے منع نہیں فرمایا۔ دنیا میں والدین سے محبت ہونی چاہئے، میاں بیوی میں محبت ہونی چاہئے، بہن بھائیوں میں محبت ہونی چاہئے، لیکن یہ ساری محبتیں عشق الٰہی پر قربان کی جا سکتی ہیں۔ تب تک سارے محبوب رہ سکتے ہیں جب تک اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔ جب اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں تو رشتے ٹوٹ سکتے ہیں۔ مومن کی کوئی محبت باقی نہیں رہتی۔ مومن کی محبت جو اللہ کی محبت ہے وہ سب محبتوں پر غالب ہوتی ہے۔ تو میرے بھائی ہمیں صرف یہ حاصل نہیں کرنا کہ میرے اتنے مراقبات ہو گئے، میرے اتنے مقامات

ہو گئے، یہ کیفیات، یہ حالات یہ چیزیں جہاں ان کا حصول ضروری ہے وہاں ان کو قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔

دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس نعمت کو پھیلائیں۔ آپ نے دیکھا ٹیلی وژن پر اخباروں میں، موبائل پر، اشتہارات آتے ہیں جو شخص جس شعبے سے متعلق ہے اس کی تشہیر کئے جا رہا ہے۔ کوئی سنتا ہے یا نہیں سنتا۔ کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا لیکن کروڑوں خرچ کر کے ٹیلی ویژن پر اشتہار دیتے رہتے ہیں۔ لاکھوں کے اشتہار اخباروں میں دیتے ہیں، موبائل پر ہر وقت کچھ نہ کچھ اشتہار چل رہا ہوتا ہے۔ ہر بندہ اپنے شعبے کیلئے ہمہ وقت کوششیں کرتا ہے۔ آپ کو بھی بارگاہ نبوی ﷺ کا غلام بن کر اس درد کو پھیلانا ہے۔ مولانا تھانویؒ پر کسی نے طعن کیا کہ تھانویؒ صاحب لوگوں کو خراب کر رہے ہیں۔ آپؒ بھی ذکر اذکار سکھاتے تھے۔ صاحب سلسلہ بھی تھے۔ تو جہاں وہ تشریف فرما تھے کسی نے آ کر بتایا کہ فلاں بندہ کہہ رہا تھا کہ تھانویؒ صاحب لوگوں کو خراب کر رہے ہیں تو انہوں نے ہنس کر فرمایا کسی نے ہمیں بھی خراب کیا تھا۔ جب ہمیں کسی نے خراب کیا ہے تو ہم بھی لوگوں کو خراب کریں گے۔ آپ کو خراب لگتا ہے تو خراب ہی سہی لیکن کسی نے ہمیں بھی یہ کیفیات دی تھیں۔ جب تک ہمارا بس چلے گا ہم بھی لوگوں کو دیں گے۔ تو لوگ شاید آج بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ ہم لوگوں کو خراب کر رہے ہیں۔ تو ہمیں بھی کسی نے خراب کیا تھا ہم لوگوں کو کر رہے ہیں، لوگوں کو چاہئے کہ اسے آگے بڑھائیں۔ یہ وہ دولت ہے جو بانٹنے سے بڑھتی ہے۔ اگر دنیا کی دولت جمع کرنے سے بڑھتی ہے تو روحانی دولت تقسیم کرنے سے، بانٹنے سے بڑھتی ہے۔ لہٰذا کوشش کریں جن سے آپ کو محبت ہے جن کا آپ بھلا چاہتے ہیں۔ جنکی آپ بہتری کے طلبگار ہیں وہ اپنے ہیں یا دوست ہیں ان تک پہنچائیں اس کو آگے بڑھائیے۔ اللہ جس جس کو توفیق دے وہ بڑھائے۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اور اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں ہے نہ میرا نہ آپ کا یہ محض اللہ کا احسان ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی برکات ہیں۔ برکات شیخ سلسلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذریعے پھیلی ہیں۔

اس کے نظام بڑے نرالے ہیں۔ بڑے عجیب ہیں۔ جیسی منصوبہ بندی فطرت کرتی ہے کوئی نہیں کر سکتا۔ اسے پتہ تھا وہ جانتا تھا وہ عالم الغیب والشھادۃ ہے کہ دنیا کے حالات کیسے ہوں گے اس نے تین چار صدیاں پہلے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ کو مدینہ منورہ سے منتقل فرما کر یہاں پنجاب میں بھیج دیا۔ دنیا اپنے گھر چھوڑ کر حرمین کو جاتی ہے اور یہ صاحبِ حال صاحبِ نسبت اعلیٰ مقام کے حامل سلطان العارفین مدینہ منورہ چھوڑ کر چلے آئے۔ پھر تین صدیاں بیت گئیں۔ ایک بزرگ کا مزار تھا۔ لوگ چڑھاوے چڑھاتے تھے، بدعتیں ہوتی تھیں، پھر وہ وقت آیا جب وہاں سے حضرت جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فیض نصیب ہوا۔ پھر اللہ نے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو برکات نبوی کی تقسیم کا سبب بنا دیا۔ آج جب برائی کا طوفان اٹھا تو اللہ اللہ کرنے والوں کا ایک لشکر بھی پوری روئے زمین پر قائم ہو گیا۔ یہ نہ میری تدبیر ہے نہ آپ کی۔ یہ اس مالک الملک کی تدبیر ہے جس نے صدیوں سے منصوبہ بندی کی۔ جیسا یہ اتنی قیمتی دولت ہے اور اللہ نے ہمیں یہ سعادت بخشی ہے کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں تو اس کا کتنا بڑا احسان ہے۔ پھر یہ ہمارا کمال تو

نہیں اسکی عطا ہے۔اس نے ہمیں اس کی توفیق بخشی۔اس عہد فاسق میں اللہ نے انوارات وتجلیات سے روشن قلوب ہمیں عطا کئے اور برائی کے معاملے میں نیکی کا پلڑہ بھاری رکھنے کا سبب بنایا۔یادرکھیں جس دن کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہ ہوگا قیامت آ جائے گی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ قیامت کب قائم ہوگی؟فرمایا حتیٰ لَایُقَالُ اللّٰہ اللّٰہ اَوْ کَمَا قال رسول اللہ ﷺ کہ جب کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہیں ہوگا قیامت آجائے گی۔

تو میرے بھائی میں کوئی تقریر نہیں کرنا چاہتا نہ کررہا ہوں۔ بات سمجھانا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کی قیمت کو جان لیں اس کی اہمیت کو سمجھ لیں اس کی حفاظت فرمائیں اوراسے عام کریں اور اللہ کے بندوں تک پہنچائیں۔یہ سعادت بھی حضرت جی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حصے میں آئی۔حضور ﷺ کی بارگاہ میں مرد وعورت جو بھی آتے تھے شرف صحابیت سے سرفراز ہوتے تھے پھر صحابہؓ کا عہد آیا جو بھی صحابہؓ کی خدمت میں پہنچا وہ مرد تھا یا خاتون تابعی ہوگیا۔تابعین میں بھی یہ کمال رہا جوان کی خدمت میں پہنچا وہ مرد تھا یا خاتوں تبع تابعی کہلایا۔ تبع تابعین سے لے کر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے تک ہر زمانے میں بڑے بڑے قابل ولی اللہ ہوئے۔ ہرزمانے میں یا غوث ہوتا ہے یا قطب مدار ہوتا ہے۔ اورغوث دنیا میں روئے زمین پر صرف ایک شخص ہوتا ہے۔کبھی کسی زمانے میں ایسا ہوتا ہے کہ غوث نہ رہےاوراس کی جگہ خالی ہوتو وقتی طور پر قطب مداراس کی جگہ لیتا ہے لیکن وہ وقتی طور پر ہوتا ہے پھر کوئی نہ کوئی غوث مقرر ہو جاتا ہے۔تو ہر زمانے میں غوث بھی رہے،اقطاب بھی رہے،ابدال بھی رہے لیکن ہرآنے والے کو کیفیات قلبی کسی نے نہیں بتائیں۔اگر پانچ لاکھ لوگ کسی کے پاس آئے تو بمشکل پانچ لوگوں کو ذکر سکھا دیا تو بڑی بات ہے۔ورنہ تسبیحات اوراعمال ظاہری اورنصیحتوں پر رکھا۔پوری تاریخ تصوف میں صدیوں بعد خیر القرون کے بعد تبع تابعین کے بعد پھر حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کی ذات ملتی ہے جس کے پاس ہر جانے والا کیفیات قلبی لے کر لوٹا وہ مرد تھا یا خاتون،وہ پڑھا لکھا تھا،عالم تھا یا ان پڑھ تھا یا فقیر کوئی بھی جو آپ کی خدمت میں پہنچا وہ کیفیات قلبی لے کر اٹھا۔اور یہ وہ سنت ہے جو صدیوں بعد زندہ کی گئی۔تو اللہ کریم نے آپ سب پر احسان فرمایا الحمدللہ اس کی قیمت کو سمجھئے زندگی میں ایک معیار بنالیجئے۔کوئی کام سامنے آئے تو سوچ لیجئے،سمجھ لیجئے،پوچھ لیجئے کہ شریعت میں اس کی اجازت ہے یا نہیں۔حضور ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے یا نہیں۔ مجھے اپنے نبی ﷺ کا دامن نہیں چھوڑنا چند لقموں کے لئے،جھوٹے عہدوں کے لئے،اندھی دولت کے لئے میں اپنے نبی ﷺ کا دامن نہیں چھوڑ سکتا۔اتنی سی بات ہی ساری بات ہے۔

اذکار پر وقت لگایا کیجیے۔ہمیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ صبح شام ذکر کراتے تھے کبھی آدھا گھنٹہ کبھی پون گھنٹہ لیکن ہم سارا سارا دن ذکر کرتے تھے اور مسلسل چار چار گھنٹے لطائف کرتے تھے۔تو اس پر نہ رہئے کہ شیخ نے تھوڑی دیر ذکر کرایا ہے۔شیخ کا معاملہ صرف توجہ دینے کا ہے اس سبق کو یاد کرنا اوراس پر محنت کرنا آپ کا کام ہے۔اسکول میں استاد اگر ایک دفعہ چند سطریں پڑھا دیتا ہے تو دن بھر وہ یاد کرنا پڑتی ہیں۔ بندہ اس پر رہے کہ ایک بار استاد نے پڑھائی تھیں ایک بار میں نے بھی پڑھ لی ہیں تو پھر سبق یاد ہو چکا۔ محنت کیجئے اللہ آپ کی محنت قبول فرمائے اوراس میں آپ کو ترقی

دے۔

الحمدللہ اجتماع بخیر وخوبی اپنی منزل کو پہنچا۔ آپ کو جانا ہے ضرور جایئے لیکن دل سے مت جایئے دنیا کے کام بھی ذمہ داری ہے۔ اپنی ذمہ داری اچھے طریقے سے نبھایئے، جایئے لیکن دل سے مت جایئے۔

الحمدللہ بہت بڑی مسجد بنانے کی اللہ نے ساتھیوں کو توفیق دی تھی لیکن اب اس کا دامن طالبین کے لئے سمٹ رہا ہے۔ میری ذاتی رائے میں ہم کچھ بھی نہ کریں تو ہمیں کم ازکم اس ہال کے برابر یا میری ذاتی رائے میں اس سے بڑا ہال آگے اور بڑھانا چاہیے جو اگلے سال سے پہلے مکمل ہو جائے اور اسی طرح دو منزلیں اُس کی بن جائیں میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ 36 فٹ چوڑائی ہے اس ہال کی اور 18 فٹ اس برآمدے کی یہ 54 فٹ بنتا ہے میں یہ سوچ رہا تھا کہ ہم 60 فٹ کا ہال بڑھالیں مغرب کی طرف اور اسی طرح اُسے دو منزلہ کردیں تو شاید کچھ دن دو چار پانچ سال کم از کم گذارہ ہو جائے۔ چونکہ اب تمام ساتھی اس چھت کے نیچے نہیں آتے نہ نماز کے وقت نہ ذکر کے وقت اور سونے کیلئے تو بندہ جب سوتا ہے۔ تو بہت سی جگہ لیتا ہے جگہ پوری نہیں ہو رہی۔ تو اللہ کریم سے میری دعا بھی ہے اور میری آرزو بھی ہے کہ اگلے اجتماع تک یہ تیار ہو چکا ہو۔ ساتھی استعمال کرسکیں۔ اس extension کے لئے اور اس اگلی تعمیر کے لئے میں اپنے پاس سے اللہ کے دیئے میں سے دس لاکھ جمع کرا رہا ہوں وہ بے شک مجھ سے آج وصول کرلیں یا صبح لے لیں آج اتوار ہے۔ کل میں اس کے اکاؤنٹ میں دس لاکھ روپے ابتداء کے طور پر جمع کرادوں گا تا کہ جس جس کو اللہ نے جو توفیق دی شاید، یہ تین سے چار کروڑ تک کا منصوبہ بن جائے تو جس جس کو اللہ نے جو جو توفیق دی وہ اپنی حسب توفیق حصہ لیں اور سعادت ابدی میں حصہ دار بن جائیں جب تک یہ مسجد رہے گی جب تک یہاں ذکر ہوتا رہے گا تب تک وہ حصہ شامل رہے گا انشاء اللہ العزیز۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق آپ نے فرمایا یہ جماعت امام مہدی کا ساتھ بھی دے گی۔ اس کا مطلب ہے یہ مسجد بھی رہے گی اس میں ذاکرین بھی رہیں گے یہ جماعت بھی رہے گی۔

توصلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے

جس جس کا جو دل چاہے وہ اس فنڈ میں حصہ ڈالیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کو یا ملک احمد نواز صاحب کو بتائیں یا رقم بھجوادیں وہ اس اکاؤنٹ میں ڈالتے جائیں گے۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ رمضان شریف کے فوراً بعد اس کا کام شروع کردیں اور انشاء اللہ شروع کردیں گے۔ اللہ کارساز ہے انشاء اللہ ہو جائے گا۔

اللہ کریم آپ کو استقامت دے اور بار بار حاضری کی توفیق دے۔ دلوں کو زندہ رکھے۔ اسی پہ زندہ رکھے اسی پر موت نصیب فرمائے اور اہل اللہ کے ساتھ حشر نصیب فرمائے۔ یا اللہ ہمیں بخش دے، یا اللہ ہمیں بخش دے ہمارے والدین کو بخش دے، ہماری اولادوں کو بخش دے، ہمارے بہن بھائیوں کو بخش دے، ہمارے ملنے جلنے والوں کو بخش دے، ہمارے اساتذہ کو بخش دے، ہمارے شاگردوں کو بخش دے، یا اللہ تمام مسلمانوں کے حال زار پہ رحم فرما۔ سب کو ہدایت پہ جمع فرما۔ اللہ اس اسلامی ریاست کو ہمیشہ قائم رکھ۔ اس پر عدل وانصاف کی حکومت قائم فرما۔ اسے امن عطا فرما۔ اسے عدل عطا فرما۔ اسے امن ومحبت وآشتی کا گہوارہ بنا۔ یا

اللہ تو ہر چیز پہ قادر ہے۔ اللہ کریم ہم ہر پل محتاج ہیں۔ ہر کام میں محتاج ہیں۔ ہم جاہل ہیں ہمیں علم عطا فرما۔ ہم کمزور ہیں ہمیں قوت عطا فرما۔ توفیق عمل عطا فرما۔ نیکی کی توفیق عطا فرما۔ نیکی کو شرف قبولیت عطا فرما۔ یا اللہ بیماروں کو شفا عطا فرما۔ یا اللہ محتاجوں کی، قرضداروں کی دستگیری فرما۔ ہر ایک کو اپنی بارگاہ سے عطا فرما۔ بندوں کو بندوں کا محتاج ہونے سے بچا۔ یا اللہ استقامت علی الدین عطا فرما۔ حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اللہ کریم دین کی خدمت کا موقعہ نصیب فرما۔ ہم سے اپنے پیارے دین کی خدمت لے۔ ہمیں اس قابل بنا کہ ہم تیرے نبی ﷺ کو راضی کر سکیں۔ ہمیں اس قابل بنا کہ ہمیں روز حشر حضور اکرم ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔ ہمیں اس قابل بنا کہ ہم تیری رحمت کو پا سکیں۔ یا اللہ ہماری خطاؤں سے درگذر فرما۔ گناہوں سے ہماری حفاظت فرما۔ ہمیں توفیق عمل عطا فرما۔ ہمارے اعمال کو شرف قبولیت عطا فرما۔ یا اللہ اس دنیا میں بھی آسانیاں عطا فرما۔ یا اللہ اُس دنیا میں بھی آسانیاں عطا فرما۔ یا اللہ اس دنیا میں بھی آسانیاں عطا فرما۔ یا اللہ موت کے وقت کو آسان کر دے۔ یا اللہ قبر اور برزخ کو آسان کر دے۔ میدان حشر کی آسانیاں عطا فرما اور سختیوں سے پناہ عطا فرما۔

رَبَّنَـا اٰتِـنَـا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اَللّٰھُمَّ رَبَّـنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْـرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْـفِرْلَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ (البقرہ:286)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین

سب احباب کو السلام علیکم

دعائے مغفرت

۱۔ سیالکوٹ کے ساتھی حاجی محمد بشیر وفات پا گئے ہیں۔

۲۔ ملتان سے سلسلہ کے ساتھی محمد شکور کے جواں سال بیٹے وفات پا گئے ہیں۔

۳۔ لاہور سے سلسلہ کے ساتھی الطاف قادر گھمن کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔

ساتھیوں سے دعا کی درخواست ہے۔

"مرتبان میں بچھو"

اوریا مقبول جان

بعض محاورے کسی صورت حال پر ایسے صادق آتے ہیں کہ یوں لگتا ہے جیسے آج ہی کے حالات کو دیکھ کر خلق خدا کے منہ سے الفاظ نکلے ہوں گے۔ آج جو محاورہ یاد آ رہا ہے وہ ہے تو انگریزی کا لیکن چونکہ وہ ایک ایسے طبقے سے تعلق رکھتا ہے جن کی سوچ، فکر، محبتیں، طرزِ زندگی، گھریلو ماحول یہاں تک کہ مفادات تک انگریزی اور انگریز سے وابستہ ہیں۔

یہ وہ طبقہ ہے جسے اس برصغیر میں انگریز نے تخلیق کیا۔ ان میں تین طرح کے لوگ شامل ہیں، بیوروکریٹ، فوجی افسران اور سیاسی قیادت جوان خاندانوں تک محدود ہے، جسے برطانوی نوازشات نے امیر اور صاحب حیثیت بنا دیا۔ ایک زمانے تک یہ سب کے سب لاہور کی مال روڈ پر واقع ایک وسیع و عریض عمارت میں واقع ایچیسن کالج میں انگریزی تعلیم، برطانوی آداب معاشرت اور ویسی ہی اقدار و روایات کا درس حاصل کرتے تھے۔ اسے پہلے چیف کالج بھی کہا جاتا تھا۔

نوابوں، سرداروں، وڈیروں کی اولادیں لفظ لکھنا شروع کرتیں تو ان کے دل و دماغ میں تاجِ برطانیہ اور اس سے وابستہ ہیرو ہی بسے ہوتے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد کوئی سول سروس کا امتحان پاس کر کے بیوروکریٹ بن جاتا تو کوئی ملٹری اکیڈمی میں فوجی بننے کی مشق شروع کر دیتا۔ چند ایک ایسے بھی ہوتے جوان دونوں کی جانب نہ جانا چاہتے تو ان کے لئے برطانوی قانون کی بنائی ہوئی لجسلیٹو کونسلز، اسمبلیاں اور بنیادی جمہوری ادارے موجود تھے جن میں یہ لوگ عوام کی نام نہاد نمائندگی کرتے ہوئے برطانوی آقاؤں کے مفاد کا تحفظ کرتے۔

گذشتہ سوسالہ تاریخ میں ان لوگوں کے شجرۂ نصب نکال کر دیکھ لیں، انکی آپس میں رشتے داریوں کی تفصیل ملاحظہ کرلیں۔ یوں لگتا ہے کہ ایک خاندان کی تین لڑیاں ہیں جو آپس کی رشتے داریوں میں یوں پیوست ہیں کہ جیسے ہڈی کے ساتھ گوشت جڑا ہوتا ہے۔ یہ سب جن اداروں میں تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے اور آج بھی کرتے چلے آ رہے ہیں ان میں آج بھی شدید گرمی کے عالم میں میں سوٹ اور ٹائی جسے closed coller کہا جاتا ہے، لازمی ہے۔ اسلئے کہ اسے مہذب لوگوں کا لباس سمجھا جاتا ہے۔ دورانِ تربیت اگر آپ فارغ اوقات میں کوئی لباس پہننا چاہیں تو وہ آدھی آستین کا نہیں ہونا چاہیے، کہ یہ بدتہذیبی ہے۔

اس طرح کے لباس کو smart causal کہا جاتا ہے۔ شام کی سرگرمیوں کے لئے کسی علاقائی کھیل کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہیے۔ ایسے کھیل جن سے افسرانہ شان و شوکت جھلکتی ہو، چاہے لان ٹینس ہو یا بلیئرڈ، اور گالف کھیلنا تو افسری کی معراج ہے۔

تمام ماحول آپ کو بیوروکریسی کی سول سروس اکیڈمی سے لے کر سٹاف کالج تک اور فوج کی ملٹری اکیڈمی سے لے کر نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی تک ملے گا۔

لیکن اس سب سے بڑھ کر نا قابل فہم بات یہ ہے کہ ان تمام مقامات پر طوعاً کرہاً اور جبراً آپ کو انگریزی بولنا ہوگی۔ سوال

انگریزی میں پوچھو، جواب انگریزی میں دو، کوئی اسائنمنٹ یا ٹرم پیپر ہے تو انگریزی میں لکھو، کوئی پالیسی بنانی ہے تو انگریزی میں بناؤ، اور اس انگریزی بول چال کا عالم یہ ہوتا ہے کہ ہر کوئی مشکل سے، تردد کے ساتھ انگریزی بولنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ پہلے ذہن میں فقرے سوچتا ہے، کبھی کاغذ پر لکھتا ہے اور پھر اسے بیان کرتا ہے۔

اگر کوئی انگریز یہاں گھس آئے تو اسے یہ سب ایک مزاحیہ ڈرامہ لگے۔ یوں لگتا ہے ان اداروں سے نکلنے کے بعد یہ افسران کسی برطانیہ کی کاؤنٹی میں جا کر نوکری کریں گے یا امریکہ کے کسی علاقے میں۔

چیف کالج تو ختم ہو گیا لیکن یہ تین نسلیں یا تین وسیع تر خاندان ابھی تک اسی رنگ ڈھنگ اور چال ڈھال پر زندگی گذارتے ہیں عام آدمی سے اتنے ہی دور ہیں جتنے یہاں انگریز حاکم ہوا کرتے تھے۔ ان طبقات میں نو وارد بھی آ گئے، عام خاندانوں کے لوگ آ گئے، لیکن ان کو ایسا اس بھٹی میں ڈال کر نکالا گیا کہ وہ باہر نکلے تو اپنے اردگرد بسنے والوں کو ہی انسان نہیں بلکہ حقیر قسم کے کیڑے مکوڑے سمجھنے لگے۔ سیاست میں بھی نو وارد آئے لیکن انہوں نے ان لوگوں کے رنگ میں رنگتے ہوئے اپنا تمام مفاد اس ملک سے باہر وابستہ کر لیا۔ اولادیں ہیں تو باہر، جائیدادیں ہیں تو باہر، سرمایہ ہے تو انہی غیر ملکی آقاؤں کے ملک میں جن کے رنگ میں یہ لوگ رنگے ہوئے ہیں۔

گذشتہ دنوں مجھے یہ تحریر پڑھ کر اس قدر دکھ ہوا جس میں اس تحقیق کرنے والے نے کہا تھا کہ پاکستان کے سیاستدانوں، فوجی اور سول افسران کے بچے مغرب میں تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں اور پاکستان کے خلاف ہی نفرت اور غصے کا اظہار سب سے زیادہ وہی کرتے ہیں۔

پاکستان میں تو ہماری جان بھی محفوظ نہیں، وہ کوئی ملک ہے جہاں آدمی آزادانہ طور پر اپنی مرضی کی زندگی بھی نہیں گذار سکتا، یہ ملک بنا ہی غلط تھا، جاہلوں کی طرح رہنے والوں کا دیس ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی اولادیں وہاں جاتی ہیں تو پھر واپس نہیں آتیں، وہیں کسی بڑے عالمی ادارے یا حسب توفیق جگہ پر نوکری کرتی ہیں۔ البتہ سیاست کرنے، ووٹ مانگنے اور اقتدار میں آنے کیلئے پاکستان کا رخ ضرور کرتے ہیں۔

یہ سب ایک دوسرے کا مفاد کا تحفظ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے عیب چھپاتے ہیں۔ اسی لئے میرے ملک میں کبھی کسی بڑے سانحے کی انکوائری سامنے نہیں آئی، اگر آئی بھی تو بے نتیجہ، کسی بڑی سازش، کسی بڑی کرپشن پر کوئی ایکشن نہ لیا گیا۔ بس عوام کے سامنے بیان بازی اور غل غپاڑے کے سوا کچھ نہ ہو سکا۔

ان سب کے بارے میں جو انگریزی کا محاورہ آج یاد آ رہا ہے وہ ہے "Scorpions in a jar" یعنی ایک مرتبان میں بچھو۔ اگر مرتبان میں بہت سارے بچھوؤں کو جمع کر دیا جائے تو کوئی ایک دوسرے کو ڈنگ نہیں مارے گا کیونکہ اسکو دوسرے کے ڈنگ اور زہر کا خطرہ ہوتا ہے۔ مرتبان میں بچھو دراصل اداروں میں ہم آہنگی کا دوسرا نام ہے۔

ہر کوئی ایک دوسرے سے خوفزدہ بھی ہے اور ایک دوسرے کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتا۔ اسی لئے اس ملک میں تیس ہزار لوگ دھماکوں سے مر جائیں، ڈرون حملوں سے انسانوں کے جسموں کے پرخچے اڑ جائیں، ملک کی دولت لوٹ کر باہر پہنچا دی جائے، لوٹ مار اور کرپشن سے آدمی کا جینا دوبھر کر دیا جائے، امریکی فوجی آئیں آپریشن تحقیق، کارروائی نتیجہ خیز نہیں ہوگی۔

یہ کل بھی ایسا تھا اور آج بھی ایسا ہے۔ لیکن انہیں شاید علم نہیں کہ ایک ایسا سیلاب ان کی زد میں ہے جس میں یہ مرتبان ڈوبا تو بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ ایک ایسا آتش فشاں لاوا اُگلنے والا ہے جس میں نہ بچھو رہیں اور نہ ان کا زہر۔

النساء آیات 3 تا 58

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

27.7.2010

اپنے اعمال واحوال پر عجب کی مذمت

" قولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (النساء:36)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں۔ شیخی کی باتیں کرتے ہوں۔

اس کے عموم میں وہ بھی داخل ہوگیا جو اپنی سعی فی السلوک پر عجب اور اپنے احوال ومقامات پر فخر کرتا ہے۔

....

فرماتے ہیں ایسے لوگ جو اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ میں اتنی عبادت کرتا ہوں یا اتنا مجاہدہ کرتا ہوں یا اس بات پر فخر کرتا ہے کہ اس کے اتنے منازل ہیں یہ درست نہیں اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں فرماتا۔

....

سکر کے وقت ذکر بند کردینا

" قولہ تعالیٰ: لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء:43)

ترجمہ: تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو۔

اگر سکر کو عام لیں تب تو لفظاً اور اگر عام نہ لیں تو اشتراک علت کے سبب قیاساً۔ اس سے مفہوم ہوا کہ سکر حالی کے آثار جب محسوس ہونے لگیں ذکر کو قطع کردے نیز اگر قطع نہ کیا وہ خود منقطع ہو جاوے گا اور ترقی کا سبب تھا عمل، جب عمل منقطع ہوگیا ترقی بھی متوقف ہو جاوے گی چنانچہ تصریح بھی کی گئی ہے کہ استغراق میں ترقی رک جاتی ہے"۔

....

سبحان اللہ! کیا مسئلے کا استخراج کیا ہے انہوں نے۔ فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ ہے کہ تم نشے کی حالت میں ہو تو صلوٰۃ کے قریب مت جاؤ یعنی صلوٰۃ ادا نہیں ہوگی جب تم حواس میں نہیں ہو تو فرماتے ہیں سالک بھی جب تک اتباع شریعت کرتا رہتا ہے ترقی منازل ہوتے ہیں۔ مجذوب ہوگیا اعمال رک گئے، ترقی رک گئی، شہر چھوڑ دیا، جنگلوں میں چلا گیا، لوگوں سے میل جول رک گیا، اعمال رک گئے، ترقی رک گئی، استغراق وارد ہوگیا۔ استغراق ایک کیفیت ہوتی ہے جس میں بندے کے اپنے حواس سلامت نہیں رہتے۔ استغراق میں بھی ترقی رک جائیگی چونکہ جب ہوش ساتھ نہ ہو اور عمل ارادتاً نہ کر رہا ہو اس پر اجر مرتب نہیں ہوتا تو یہ جو اکثر اکابر کے بارے ملتا ہے۔ بڑے بڑے بایزید بسطامیؒ جیسے حضرات کے بارے کہ وہ جنگلوں میں چلے گئے تو وہ لوگ از خود جنگلوں میں نہیں گئے۔ وہ ایسے لوگ تھے کہ جن کے پاس جب مخلوق کا انبوہ ہوا تو حکمرانوں کو خطرہ ہوا کہ لوگ تو اس شخص کے درپے ہوگئے ہیں۔ ہماری حکومت کو خطرہ نہ ہو تو انہیں شہر بدر کر دیا گیا، شہروں سے نکال دیا گیا، جنگلوں میں بھیج دیا گیا۔ لوگوں پر پابندی لگادی

گئی کہ جنگل میں ان سے ملنے نہیں جاؤ گے۔ اس کے باوجود حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ان حضرات کے بھی منازل جس طرح شہر میں رہ کر چل رہے تھے، لوگوں کی تربیت کر کے چل رہے تھے تو وہ بات نہ رہی اگر چہ انہیں مجبوراً جانا پڑا اور یہ غلط العام ہوگیا ہے کہ ولی اللہ تو رہتے ہی جنگلوں میں ہیں اور کسی کو ملتے بھی نہیں، کھاتے بھی نہیں اور ننگ دھڑنگ ہوتے ہیں۔ یہ فضول واہیات باتیں ہیں، جہلا کی باتیں ہیں۔ فرماتے ہیں جب لوگوں سے معاملات چُھٹ گئے، معاشرے میں تعلقات ختم ہوگئے تو ترقی کس بات پر ہوگی۔ ترقی اس بات پر ہوگی جب معاملات اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق کرے گا۔ گویا حواس مختل ہوگئے یا استغراق ہوگیا تو منازل میں بھی ترقی رک گئی۔

....

اعمال ظاہر للنقص کے متعلق وسوسہ کا علاج

"قولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (النساء:43)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے بخشنے والے ہیں۔

اس میں ضعفاء فی الاعمال کا علاج ہے۔ جن کو اپنے ضعف کی وجہ سے عمل کے کامل نہ کر سکنے کے سبب یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ جب ہمارے عمل میں یہ ظاہری نقص ہے تو وہ آثار مقصودہ کے لئے کافی نہ ہوگا۔ پس اس میں قطع وسوسہ کی تدبیر کی طرف اشارہ ہے کہ یوں سوچ لیا کریں کہ اگر فرضاً وہ غیر کافی بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نقص کو معاف فرما کر اس کو کافی بنا دیں گے"۔

....

فرمایا اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ اگر ایک آدمی بیمار ہوگیا یا اسے کوئی چوٹ لگ گئی یا کسی وجہ سے معذور ہوگیا تو اعمال میں ضعف آ گیا۔ بیمار ہے پہلے صحیح نمازیں پڑھتا تھا، اب کھڑا نہیں ہوسکتا، لیٹ کر پڑھ رہا ہے تو یہ وسوسہ نہ کرے کہ وہ جو کھڑا ہو کر نہیں پڑھ رہا ہے تو اس کا اجر کم ہوگیا ہے ایسا نہیں ہے اللہ غفور الرحیم ہے جتنی محنت اس کے اختیار میں ہے اتنی کرے وہ اجر اتنا دے گا جتنا اس کا اپنا کرم ہے۔ معذور کو یا کمزور کو اس وہم میں نہیں پڑنا چاہیے کہ اگر مجھ سے یہ کام نہیں ہوسکتا تو مجھے ثواب کم ملے گا۔ جہاں جہاں اس کو رخصت دی ہے وہاں وہاں اجر بھی پورا دے گا۔

....

شیطان سے خوف نہ کرنے کی دلیل

قولہ تعالیٰ: وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِکُمْ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا وَّ کَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیْرًا (النساء:45)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی رفیق ہے اور اللہ کافی حامی ہے۔

اعداء چونکہ شیاطین کو بھی عام ہے تو آیت دلیل ہے اس پر کہ متوکلین کو شیطان سے خوف نہ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اعداء سے کفایت کا وعدہ فرمایا ہے"۔

....

فرمایا شیطان بھی تو دشمن ہے۔ تو یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ جن کو اللہ سے توکل ہو ان کو شیطان سے خوف نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ کافی ہے۔

....

دعویٰ تقدس کی مذمت

"قولہ تعالیٰ: اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ

(النساء:49)

ترجمہ: کیا تونے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کو مقدس بتاتے ہیں۔

اس میں دعویٰ تقدس پر انکار ہے اور اس میں بجز اہل فناء کے بہت مشائخ مبتلا ہیں"۔

....

اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون کتنا مقدس ہے۔ اپنے تقدس کا دعویٰ کرنا یہ صوفی کو زیب نہیں دیتا۔

....

کمال باطنی اور سلطنت ظاہری میں تنافی نہ ہونا

"قولہ تعالیٰ: فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا (النسآء:54)

ترجمہ: سو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو کتاب بھی دی ہے اور علم بھی دیا ہے اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سلطنت بھی دی ہے۔

اس میں دلالت ہے کہ کمال باطنی اور سلطنت ظاہری میں کوئی تنافی نہیں"۔

....

یعنی اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ کسی کے پاس کمالات باطنی بھی ہوں اور دنیا میں بھی اس کو مرتبہ ملے تو یہ اس کی ولایت کے منافی نہیں۔ ایسا ہوسکتا ہے۔ ابراہیمؑ کی اولاد کو سلطنت بھی دی، نبوت بھی دی، کتاب بھی تو کسی کو ولایت بھی اور اسے دنیاوی نعمتیں بھی دے تو یہ ولی کے منافی نہیں ہے۔

....

معارف اور خلافت کا اہل کو پہنچانا

"قولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النساء:58)

ترجمہ: بے شک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو۔

اگر امانت کو عام لے لیا جاوے تو آیت میں مشائخ کو بھی امر ہوگا کہ برکات کو ان کے اہل تک پہنچادیں اور جو شخص خلافت ارشادیہ کا اہل ہو اس کو اجازت دیں"۔

....

تو فرماتے ہیں اس میں مشائخ کو بھی حکم ہے کہ جن لوگوں میں جس کام کی اہلیت ہو استعداد ہو وہ کام ان کے ذمے لگائیں۔ اگر کوئی ارشاد کی اہلیت رکھتا ہے اسے صاحب مجاز بنائیں۔ کوئی مراقبات کی اہلیت رکھتا ہے اسے وہ مراقبات کرائے جائیں۔ یہ سمجھ لینا چاہیے جس میں جتنی استعداد ہو، یہ شیخ کی ذمہ داری ہے کہ اسے وہ مراقبات کرائے۔ اس میں کسی ساتھی کی سفارش کی ضرورت نہیں، خود شیخ کو فکر ہوتی ہے اور من جانب اللہ اس کی ذمہ داری میں داخل ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے امانتیں ان کے سپرد کرو جن کے وہ اہل ہیں۔ یہ اللہ کی امانت ہے جس میں جتنی اہلیت ہو شیخ کو فکر ہوتی ہے کہ اسے اس کے مراقبات کرائے جائیں۔

27-07-2010 النساء آیات 69 تا 134

"مقامات باطنہ کا اثبات"

قولہ تعالیٰ: وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ

الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

(النساء:69)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صلحا اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

آیت میں ان مقامات باطنہ کا اثبات ہے اور اس پر بھی دلالت ہے کہ ان مقامات والوں میں ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ معیت و رفاقت ممکن ہے اور یہی حقیقت ہے اس کی جو بعضوں کو مکشوف ہوا ہے کہ وہ اعلیٰ کے مقام میں پہنچا ہے (تو یہ پہنچنا اصالتہً نہیں ہوتا تبعاً ہوتا ہے) اور جس شخص کو حقیقت معلوم نہیں ہوتی وہ دعویٰ نبوت وغیرہ کر کے گمراہی میں واقع ہو جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ)''

....

یعنی اس آیت سے مقامات باطنی جو ہیں یعنی مراقبات اور ترقی درجات یہ ثابت ہوتی ہے کہ اللہ نے درجات مقرر فرمائے ہیں۔ صلحاء ہیں، شہدا ہیں، صدیقین ہیں، پھر اوپر انبیاء ہیں۔ مراقبات تو مقامات کی دلیل ہے کہ یہ ہیں اور دوسری اس بات پر دلالت ہے کہ ان مقامات والوں میں ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ معیت اور رفاقت ممکن ہے اور دوسری دلیل ہے کہ اعلیٰ اور کم تر مقامات والوں کی معیت اور مل بیٹھنا اور ایک دوسرے سے محبت رکھنا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت سے تو یہ بھی درست ہے''۔

....

''قولہ تعالیٰ: اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا (النساء:76)

ترجمہ: واقعہ میں شیطانی تدبیر لچر ہوتی ہے۔

اس میں اس مضمون پر دلالت ہے جس پر وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ دال تھا''۔

....

یعنی جو پیچھے گذر چکا ہے کہ اللہ تمہارے دشمنوں کو جانتا ہے تو پھر شیطان بھی دشمن ہے۔ یعنی جب تم اللہ کی طرف متوجہ ہو تو وہ شیطان سے تمہاری حفاظت فرماتا ہے۔ اس میں بھی دلیل ہے اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝ شیطان کی تدبیریں کمزور اور ضعیف ہوتی ہیں۔''

....

''امور غیر اختیاریہ پر مواخذہ نہ ہونا''

قولہ تعالیٰ: يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ (النساء:77)

ترجمہ: لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور یوں کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض فرما دیا۔ ہم کو اور تھوڑی مہلت دے دی ہوتی۔

چونکہ یہ فریق مومنین مخلصین سے تھا تو ان کا یہ خوف طبعی تھا نہ کہ عقلی اور یہ قول تمنی تھا یا وسوسہ نہ کہ انکار و اعتقاد پس آیت میں دلالت ہوئی کہ امور طبعیہ اور وساوس پر مواخذہ نہیں کیونکہ یہ سب غیر اختیاری ہے۔ باقی خدا تعالیٰ کا ان پر رد اور نکیر سو ایک شکایت ہے نہ کہ توبیخ''۔

....

فرماتے ہیں چونکہ یہ اللہ نے کاملین کے حق میں فرمایا ہے تو انہیں بھی خیال گذرتا ہے کہ کافر لڑائی سے بچ جاتے تو یہ ان کا نہ ارادہ تھا نہ اس پر انہوں نے عمل کیا بلکہ دل و جان سے انہوں نے جہاد کیا اور شہید ہو گئے۔ لیکن انسان کا مزاج یا جو نفس ہے اس میں اس طرح وساوس اور وہم آتے ہیں جو کمال کے منافی نہیں۔ بعض لوگ اسی میں ساری عمر

ضائع کردیتے ہیں کہ مجھے یہ وسوسہ آ رہا ہے یہ وسوسہ آ رہا ہے۔ یاد رکھیں وساوس کا ایک ہی علاج ہے۔ اعتماد الی اللہ۔ وسوسے پہ اعتبار نہ کرے اللہ پر اعتماد کرے۔ شرعی قاعدہ بھی ہے کہ شک یا جوظن ہے وہ یقین پہ غالب نہیں آتا۔ مثلاً ایک شخص نے وضو کیا اب صلوٰۃ کی ادائیگی میں کچھ وقت باقی ہے۔ آدھا گھنٹہ یا گھنٹہ باقی ہے تو جب صلوٰۃ کے لئے گیا شیطان نے وسوسہ ڈال دیا کہ پتہ نہیں تیرا وضو ہے کہ نہیں اب وہ اس فکر میں پڑ گیا کہ مجھے یاد نہیں وضو کیا تو تھا پتہ نہیں اب باقی ہے کہ نہیں۔ تو جب تک وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو اس وقت تک اس کا وضو باقی ہے کیونکہ کرنے کا اسے یقین ہے کہ میں نے کیا تھا۔ اب ٹوٹنے کا یقین نہ ہو اس وقت تک اس کا وضو باقی ہے کیونکہ کرنے کا اسے یقین ہے کہ میں نے کیا تھا۔ اب ٹوٹنے کا یقینی علم ہو تو پھر تو ٹوٹ گیا۔ اگر وہم آئے تو نہیں ٹوٹتا۔ اسی وضو سے نماز پڑھے۔ اس وہم میں مبتلا ہو گیا تو پھر وہ اگلا وہم ڈالے گا پھر وہموں کا شکار ہوتا چلا جائے گا۔ تو یہ فقہا کا قاعدہ بھی ہے کہ شک یا ظن یقین کو نہیں توڑ سکتے۔ یعنی وضو کرنے کا اسے یقین ہے۔ اب ٹوٹنے کا شیطان نے وہم دیا پتہ نہیں ہے یا نہیں۔ جب اسے یقینی علم ہے کہ میرے علم سے تو نہیں ٹوٹا تو اس کا مطلب ہے اس کا وضو ہے۔ اس کی نماز درست ہے۔ تو بعض لوگوں کو یہ بھی مرض ہوتا ہے کہ انہیں بڑے وہم آتے ہیں۔ وہم کا علاج ہے کہ اسے رد کرو۔ اگر اسے سوچنا شروع کر دو تو وہ بڑھتا جائے گا تو بجائے وہم کو سوچنے کے اللہ کا ذکر کرو۔ اپنی عاقبت کو سوچو، اپنے اذکار کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ دنیا میں اس کے علاوہ وہم کا کوئی دوسرا علاج نہیں۔"

....

"مقبول کے ساتھ معاملہ ایسا ہے جیسا خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ"

قولہ تعالیٰ: مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَ مَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ وَ اَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا۔ (النساء:78)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ بات سمجھنے کے پاس کو بھی نہیں نکلتے۔ اے انسان تم کو جو کوئی خوش حالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور جو کوئی بدحالی پیش آوے وہ تیرے ہی سبب سے ہے۔

حاصل مقام یہ ہے کہ نعمت خدا تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے بلا واسطۂ اعمال صالحہ اور نقمت خدا تعالیٰ کی طرف سے عدل ہے بواسطۂ اعمال غیر صالحہ۔ پس جمع و تقسیم دونوں صحیح ہو گئے یعنی کل من عنداللہ میں جمع اور ما اصابک الخ میں تقسیم کے اعتبار سے نعمت کی نسبت کا قطع خدا تعالیٰ سے صحیح ہوا اور جمع کے اعتبار سے اس کا نسبت کرنا اس کی طرف صحیح ہوا اور اس سے عارف شیرازیؒ کے قول کی توجیہ ہو گئی۔

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ
تو در طریق ادب کوش گیں گناہ من است

یعنی جو نعمت ملتی ہے، جو انعام ملتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ہماری کوششوں کا وہ محتاج نہیں ہے اور مجبور نہیں ہے کہ تم نے یہ کیا تو وہ یہ شئے دے۔ وہ محض اس کی عطا ہے اور جو کمی ہوتی ہے یا جو مصیبت آتی ہے تو وہ انسان کے اپنے کسی عمل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ وہ ایسا کریم ہے کہ کسی پر تنگی نہیں بھیجتا۔ اگر کسی پر تنگی آتی ہے، مراقبات میں یا اذکار میں بھی آئے تو پیچھے اس کا اپنا کردار ہوتا ہے۔ کوئی خرابی اس نے خود کی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ کمی آتی ہے اور کسی کو ترقی ملتی ہے تو وہ محض اس کی عطا ہے۔"

....

"اصلاح معاند کے درپے نہ ہونا"

قولہ تعالیٰ: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَ مَنْ

تَوَلّٰی فَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ حَفِیْظًا (النساء:80)

ترجمہ: جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو شخص روگردانی کرے سو ہم نے آپ کو ان کا نگران کر کے نہیں بھیجا۔

جملہ اولیٰ اس پر دال ہے کہ مقبول و مقرب کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا ایسا ہے جیسا حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنا اور جملہ ثانیہ اس پر دال ہے کہ جس کی اصلاح کی توقع نہ ہو اس کے درپے نہ ہو۔"

....

فرماتے ہیں اس پر دو مسائل ہیں۔ ایک مسئلہ یہ ہے کہ اہل اللہ کے ساتھ معاملہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے اللہ کے ساتھ معاملہ کرنا۔ اگر آپ دوستی کر رہے ہیں تو اللہ سے کر رہے ہیں۔ دشمنی کر رہے ہیں تو اللہ سے کر رہے ہیں۔ دوسرا مسئلہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جسے خود دلچسپی نہ ہو شیخ کے ذمے نہیں کہ اس کے پیچھے پڑ جائے اور ضرور اسے اس پر لگائے تو اس لئے آپ نے دیکھا ہوگا مشائخ کو کہ اگر ان کا سگا بیٹا بھی دلچسپی نہ لے، اس طرف راغب نہ ہو تو وہ پرواہ نہیں کرتے اور کوئی غیر بھی اس طرف میلان رکھے اور اس میں اس کی دلچسپی ہو تو اس کے ساتھ پوری محنت کرتے ہیں۔ چونکہ وہ اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ جو خود اس طرف راغب نہیں اس کو زبردستی کرائیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا طالب میں از خود طلب ہونی چاہیے۔"

....

"غیر شیخ سے اظہار اسرار کا ضرر"

قولہ تعالیٰ: وَ اِذَا جَآءَ ھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ (النساء:83)

ترجمہ: اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں۔ اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات پہچان ہی لیتے جو ان میں سے اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔

اس طرح اثنائے سلوک میں جو اسرار و احوال پیش آتے ہیں ان کو عوام کے یا غیر شیخ محقق کے سامنے ظاہر کرنا باطناً مضر ہے اور یہ بھی نظیر ہے مدلول آیت کی۔"

....

اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ کسی مسئلے کی تحقیق کر لینا چاہیے جیسے کوئی اطلاع ملی اسے مشہور کر دیا فرمایا پہلے اسے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے یا جو ذمہ دار انتظام کے ذمہ دار ہیں ان کی خدمت میں پیش کرتے تو وہ اس کی تحقیق کر لیتے۔ انہوں نے از خود عوام میں مشہور کر دیا۔ فلاں جگہ یہ ہو رہا ہے۔ یہ درست نہیں۔ اس طرح فرماتے ہیں راہ سلوک میں جو اسرار معلوم ہوں ان کا اشتہار نہ لگاتا پھرے۔ شیخ کے سامنے بیان کرے یا کسی اہل کے سامنے جو شیخ کا مقرر کردہ ہو یا صاحب مجاز ہو اس سے پہلے discuss کر لے لیکن عوام کو نہ بتاتا پھرے اس سے نقصان ہوگا اور اس میں ہمارے دوستوں کو محتاط رہنا چاہیے جو باوجود میرے منع کرنے کے پھر لوگوں کو لے کر کشف کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ باوجود اس کے کہ میں نے اس پر بڑی محنت کی ہے اور بڑے طریقوں سے ثابت کیا ہے دلائل السلوک سے بھی، قران کریم سے بھی۔ اس مسائل السلوک میں بھی ہے کہ ولی کا کشف جو ہوتا ہے وہ اس کی اپنی ذات کے لئے ہوتا ہے۔ اگر شریعت کے مطابق ہو، اگر شریعت سے ٹکرائے تو اس کے اپنے لئے بھی نہیں۔

اگر شریعت کے دائرے کے اندر ہے تو اس پر عمل کرنے کا خود مکلف ہے۔ دوسرے کو بتانا بھی اس کے لئے مضر ہے چہ جائیکہ آپ دوسرے کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں کہ تجھے یہ ہو رہا ہے اس لئے تو یہ کر۔ اس کی اجازت نہیں ہے۔ میرا ایک رشتہ دار تھا وہ پچھلے دنوں یہاں آ گیا۔ وہ بیمار تھا۔ مجھے تو پتہ ہی بعد میں چلا۔ ڈاکٹر کو بلوایا دوائی دلوائی فائدہ نہ ہوا۔ دس پندرہ دن گذر گئے۔ میں نے ڈاکٹر کو جھڑکا یار تم اسے کوئی ٹھیک سی دوائی دو۔ اس نے کہا جی یہ دوائی کھاتا نہیں۔ کیوں نہیں کھاتا؟ اس لئے کہ ساتھی کشف کر کے بتاتے ہیں یہ دوائی تیرے لئے صحیح نہیں۔ کاش یہ مجھے بتاتا ایسا کون ہے جس نے اس کو بتایا؟ میں اسے جوتے بھی مارتا، مسجد سے بھی نکال دیتا، سلسلے سے بھی نکال دیتا لیکن افسوس کہ مجھے پتہ نہیں کیوں کرتے ہیں آپ لوگ ایسے؟ اس کو میں نے پنڈی جانے کو کہا جاؤ۔ ڈاکٹر اسے پنڈی لے گیا۔ وہاں اسے رکھ کے کچھ دن دوائیں کھلائیں۔ یہاں تو اسے دوا نہیں کھانے دیتے تھے۔ یہ کیا تماشا ہے کوئی خدا کا خوف کرو۔ اگر اللہ نے کوئی نعمت دی ہے تو اسے سنبھالو اور یہ قطعاً منع ہے۔ شریعت میں کسی دوسرے کے لئے کشف کرنے مت بیٹھ جایا کرو۔ تم اس کے مکلف نہیں ہو اور نہ تم میں اتنی استعداد ہے۔ اپنے حالات کوئی سنبھال نہیں سکتا دوسروں کو کشف کیا کرے گا۔ اگر کوئی بڑا ہی متقی پارسا ہو، صاحب کشف ہو، اس کا کشف بھی صحیح ہو، اس کشف کا وہ خود مکلف ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو تمہیں زیادہ کشف ہوتا ہے اور ہم جو اوپر بیٹھے ہیں، تمہیں سکھا رہے ہیں جاہل ہیں۔ ہم نے تو کبھی کشف بیان نہیں کئے۔ کبھی کسی مریض کو نہیں کہا کہ کشف میں وہ ہے۔ جو مادی دوائیں ہیں وہ دیتے ہیں۔ بتاتے ہیں فلاں طبیب کے پاس جاؤ، فلاں سے علاج کراؤ، فلاں ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔ آپ کو اگر ذرا کوئی رتی مل گئی ہے تو اسے سنبھالو۔ مجھے اس بات سے بڑا دکھ ہوا۔ یہ عجیب کشف ہے۔ اب وہ بیوقوف مجھے بتاتا بھی نہیں۔ بتاتا تو ایمان سے میں اس بندے کو مسجد سے نکال دیتا۔"

....

"بعض مکارم اخلاق کی تعلیم"

قولہ تعالیٰ: وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا (النساء:86)

ترجمہ: اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم اس سے اچھے الفاظ میں سلام کر دیا کرو یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو اس میں مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تعلیم ہے۔"

....

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ صوفی میں محاسن و اخلاق اعلیٰ درجے کے ہونے چاہئیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی السلام علیکم کہتا ہے تو جواب میں کہو وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر وہ کہہ دیتا ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو آپ کہہ دیں وعلیکم السلام چونکہ اس نے باقی کچھ چھوڑا نہیں۔ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کی السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے ارشاد فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تیسرا شخص اسی مجلس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ ان کے لئے تو آپ نے آگے بھی دعائیں فرمائیں مجھے صرف وعلیکم السلام۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے میرے لئے باقی کچھ نہیں چھوڑا۔ سلام کے ساتھ جو دعائیں تھیں وہ ساری تم نے کہہ دیں تو میں اس پر اضافہ تو نہیں کر سکتا تو محاسن اخلاق کا یہ مطلب ہے کہ اخلاق کی رو میں بہہ کر بھی شریعت کی حدود سے تجاوز نہ کر جائے۔ اخلاق کے لئے بھی حدود معین ہیں نہ کہ کسی کے پاؤں میں گر جائے اور کسی کو سجدے کرنے لگے۔ یہ اخلاق نہیں ہے یہ

بداخلاقی میں چلا جائے گا یا کسی کے سامنے رکوع کر کے اس کے گھٹنے چھونے لگے۔ یہ اخلاق نہیں ہوگا یہ بداخلاقی ہوگی۔ اخلاق کی حدود ہیں۔ محاسن واخلاق ہونے چاہئیں لیکن اخلاق کی حدود ہیں۔ اس میں شریعت سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔"

....

"ضعیف کو مجاہدہ ضعیفہ اور قوی کو مجاہدہ قویہ یہ دونوں نفع میں مساوی ہیں"

قولہ تعالیٰ: لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ (النساء:95)

ترجمہ: برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا عذر گھر بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں۔

قاعدین میں غیر اولی الضرر کی قید لگانا اس پر دال ہے کہ ضعیف کا مجاہدہ اور درجہ کا ہے اور قوی کا اور درجہ کا اور یہ کہ ضعیف کو مجاہدہ ضعیفہ وہی نفع دیتا ہے جو قوی کو مجاہدہ قویہ نفع بخشتا ہے۔"

....

یعنی جب یہ فرمایا کہ جو لوگ معذور ہیں وہ تو گھر بیٹھے رہیں لیکن جن کا کوئی عذر نہیں وہ بھی گھر بیٹھے رہیں اور جہاد پر نہ جائیں تو مجاہدین کا درجہ زیادہ ہوگا۔ تو فرمایا اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ بلا عذر کوئی گھر بیٹھا رہے تو اس کو وہ ثواب نہیں ملے گا جو مجاہد کو ملے گا۔ لیکن اگر کسی کے پاس عذر شرعی ہے۔ وہ نہیں جا سکتا تو اس کو بھی وہی ثواب ملے گا جو مجاہد کو ہے۔ یہاں فرماتے ہیں کہ صوفی کے لئے اس بات پر دلیل ہے کہ کوئی عذر شرعی کی وجہ سے زیادہ سخت مجاہدہ نہ کر سکے تو اس کو وہ درجات اللہ عطا کر دے گا جو زیادہ مجاہدہ کرنے والوں کو دے گا بشرطیکہ عذر شرعی ہو۔

....

"قبل تمام سلوک مرجانے والا مرتبہ میں مثل تام السلوک کے ہے"

قولہ تعالیٰ: وَ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ (النساء:100)

ترجمہ: جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کر کھڑا ہو کہ اللہ و رسول کی طرف ہجرت کروں گا پھر اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ہو گیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ۔

آیت اس پر دال ہے کہ جو سالک قبل تمام سلوک مر جاوے وہ رتبہ اور قبول میں اسی کے برابر ہے جس کا سلوک تمام ہو جاوے"۔

....

فرمایا جو اس راہ میں خلوص سے چلتے رہیں گے تو کسی کو موت آ گئی وہ پہلے چلا گیا۔ دوسرا زندہ ہے وہ بعد میں اور حاصل کرتا رہا تو اس موت کے سبب نے ان کے مجاہدے کو تو روک دیا لیکن اللہ کریم اس کی ترقی کو نہیں روکے گا۔ اسے مرنے کے بعد بھی وہ درجات دے سکتا ہے جو دوسرا زندہ رہ کر مجاہدہ کر کے حاصل کر رہا ہے یہ اللہ کی رحمت کا انداز ہے۔"

....

"سفر وغیرہ کا باب ورد میں کماً یا کیفاً موجب عذر ہونا"

قولہ تعالیٰ: وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (النساء:101)

ترجمہ: اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کر دو۔

آیت سے سفر کا تقصیر فی الاوراد کے باب میں عذر ہونا بدرجہ اولیٰ معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ الخوف کے مشروع ہونے سے عذر

کا التزامات وردیہ کے باب میں موجب تخفیف ہونا معلوم ہوتا ہے۔"

....

یعنی جس طرح سفر میں صلوٰۃ نصف ہو جاتی ہے کہ چار کی دو رکعت پڑھے اسی طرح سفر میں جو لطائف یا مراقبات قیام میں کرتا تھا اگر سفر میں وہ لطائف یا اوراد کم ہو جائیں تو حرج نہیں ہے۔ اللہ اجر اتنا ہی دے گا۔ گھر میں چار رکعت پڑھتا تھا سفر میں دو رکعت پڑھے تو اجر اتنا ہی ہے تو سفر میں اگر مراقبات یا وظیفہ کم بھی ہو گیا، مجاہدہ کم بھی ہو گیا تو اجر اتنا ہی ملے گا جتنا وہ ہمیشہ کرتا تھا۔"

....

"اوراد کا اکمال بعد زوال عذر کے"

قولہ تعالیٰ: فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

(النساء:103)

ترجمہ: جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز کو قاعدہ کے موافق پڑھنے لگو۔

اطمینان کی تفسیر خواہ اقامت عن السفر کے ساتھ کی جاوے خواہ امن من الخوف کے ساتھ کی جاوے دونوں تقدیر پر اس پر دال ہے کہ بعد زوال عذر کے اوراد کا اکمال کرنا چاہیے۔"

....

یعنی کسی طرح بھی سفر ختم ہو گیا یا کوئی عذر جو بھی ہے وہ ختم ہو گیا تو پھر اپنا مجاہدہ یا لطائف یا اذکار یا مراقبات پر اسی طرح محنت کرے جس طرح پہلے کر رہا تھا یہ نہ ہو کہ سفر میں رعایت ملی تو پھر اس کی عادت ہی بنا لے اور پھر اس پر قائم ہو جائے۔ کہ اب تھوڑے سے بھی گزارہ ہوتا ہے۔ اس طرح نہ کرے بلکہ جب وہ عذر ختم ہو گیا۔ بیماری تھی یا سفر تھا وہ ختم ہو گیا تو پھر مجاہدہ اپنا اسی درجے پر لے جائے جس طرح عذر سے پہلے تھا۔"

....

جاری ہے۔

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن منیجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35182727

قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔ یا ایسے واقعات و تجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

مسیحا کی تلاش

انور علی شاہ راولپنڈی

اُمت مسلمہ کی زبوں حالی دیکھ کر دل کڑھتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مسلمان ہر جگہ اتنی ذلت اور رسوائی کا سامنا کر رہے ہیں جس کے تصور سے ہی روح کانپ اٹھتی ہے۔ دنیا کے کسی خطے میں دہشت گردی کی واردات ہو، نزلہ برعضو ضعیف مسلمانوں پر ہی گرتا ہے۔ گویا دیگر اقوام نے یہ طے کر لیا ہے کہ مسلمان وحشی، غیر مہذب اور سفاک ہیں اور ان کا وجود کرۂ ارض کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ ایک حدیث رسول ﷺ یاد آتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا وقت آئے گا جب کفار، مسلمانوں پر اس طرح پل پڑیں گے جیسے بھوکے، دسترخوان پر۔

مسلمانوں کی یہ حالت کیوں ہوئی؟ اس لئے کہ مسلمانوں نے اپنا دین چھوڑ دیا، قرآن وسنت کو پس پشت ڈال دیا، اللہ سے مانگنے کی بجائے اقوام مغرب کو اپنی امیدوں کا مرکز بنایا، ذلت کی زندگی کو جہاد پر ترجیح دی، منافقت کو اپنا شعار بنایا اور دیانت داری کے سنہری اصولوں کو خیر باد کہہ کر بددیانتی کی روش اختیار کی۔ آج حالت یہ ہے کہ فراڈ اور دھوکے بازی کے جتنے گُر مسلمانوں کو ازبر ہیں، شاید ہی کسی کو ہوں۔ ایک دوست نے یہ واقعہ سنایا تو میں شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ کہنے لگا کہ ہمارے قصبے میں ایک ہندو دکاندار ہے جسے سب لالہ کہتے ہیں۔ ایک روز میں لالہ کی دکان پر گھر کا سودا سلف خریدنے گیا، اسے کہا کہ مال ستھرا ہونا چاہیے، کوئی گڑبڑ نہ کرنا۔ لالہ پلٹ کر بولا، کیا مطلب ہے تمہارا، میں کوئی مسلمان ہوں جو دھوکا دوں گا؟ اس کا مطلب تھا کہ بددیانتی کے لئے تو مسلمان مشہور ہیں نہ کہ ہندو۔ ملاحظہ فرمائیں، اسلام کے نام پر بننے والی مملکت میں کاروبار کرنے والے بتوں کے پجاری ہندو بنیے کی اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لانے والے مسلمانوں کے بارے میں سوچ، مسلمان ذلت کی ایسی پستی میں گرے گا، کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

مسلمانوں کی اخلاقی پستی کی نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ اب کافر اور مشرک ہمیں دین سکھا رہے ہیں۔ کافر ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم کیا ہے۔ تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والے ایک مولانا نے بتایا کہ وہ اپنی جماعت کے ساتھیوں کے ہمراہ اردن پہنچے اور مختلف قصبوں سے ہوتے ہوئے اسرائیلی سرحد تک پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ سرحد پار کچھ یہودی کام کاج میں مصروف ہیں۔ جماعت کے سربراہ نے ان یہودیوں کو بلایا اور دین اسلام کی دعوت دی۔ ایک یہودی کہنے لگا کہ مجھے بتاؤ کہ نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے آنے والے مسلمانوں کی مساجد میں حاضری کتنی ہوتی ہے۔ اسے بتایا گیا کہ مساجد بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ نماز فجر میں کتنے نمازی ہوتے ہیں۔ اسے بتایا گیا کہ نماز فجر میں نمازیوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔

یہودی کہنے لگا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو عروج اس دور میں نصیب ہوگا جس دور میں نماز فجر میں مساجد اسی طرح بھری ہوں گی جیسے نماز جمعہ کے موقع پر ہوتی ہیں۔ ایک حدیث رسول ﷺ کا مفہوم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ منافقوں کے لئے نماز فجر اور نماز عشاء بہت بھاری ہیں۔ تو کیا ہم منافق ہیں؟ جب ہمارا کردار یہ ہو تو دین اسلام کی دعوت کیسے دے سکتے ہیں جس پر ہم، خود عمل کرنے سے قاصر ہوں؟

مسلمانوں کو نبی اکرم ﷺ سے بے پناہ محبت ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان ناموس رسالت ﷺ کے لئے جان قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہوتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ جب مسلمان نبی اکرم ﷺ سے اتنی محبت کرتے ہیں تو پھر سنت خیر الانام ﷺ پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ دوسری اقوام نے حیات طیبہ کے زریں اصولوں پر عمل پیرا ہو کر اپنے مستقبل کو سنوار لیا مگر ہم لوگ ''ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہیں''۔

عرب اسرائیل جنگ کے دوران اسرائیل کی اقتصادی حالت دگرگوں تھی مگر جنگ جیتنے کے لئے اسے جدید امریکی اسلحہ درکار تھا۔ جب یہودی ریاست نے اسلحہ خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا تو امریکیوں نے نقد ادائیگی پر اسلحہ فراہم کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اسرائیلی وزیر اعظم گولڈا میئر کے لئے یہ ایک نہایت مشکل فیصلہ تھا۔ اگر نقد رقم کی ادائیگی کی جاتی تو اسرائیلی معیشت یہ بوجھ اٹھانے کے قابل نہ تھی۔ اگر اسلحہ نہ خریدا جاتا تو جنگ میں شکست ہو سکتی تھی۔ گولڈا میئر نے سوچا کہ اگر اسرائیل جنگ جیت گیا تو کوئی یہ نہیں پوچھے گا کہ دوران جنگ یہودی کیا کھاتے رہے۔ گولڈا میئر نے جدید اسلحہ خریدنے کا فیصلہ کر لیا، جنگ میں عربوں کو شکست ہو گئی۔

جنگ کے بعد گولڈا میئر سے پوچھا گیا کہ اس نے یہ مشکل فیصلہ کیسے کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے مسلمانوں کے نبی حضرت محمد ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ جس رات حضرت محمد ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے، گھر میں چراغ جلانے کے لئے تیل نہیں تھا چنانچہ ایک زرہ رہن رکھ کر تیل حاصل کیا گیا مگر اس وقت بھی حضرت عائشہؓ کے حجرے میں دیوار کے ساتھ آپ ﷺ کی نو تلواریں لٹک رہی تھی۔ گولڈا میئر کہنے لگی کہ میں نے اسی سے یہ سبق سیکھا کہ فتح حاصل کرنے کے لئے ہر قیمت پر اسلحہ خریدنا ضروری ہے۔ یہودی وزیر اعظم نے ایک مشکل فیصلہ کرنے کے لئے حیات طیبہ سے رہنمائی حاصل کی۔ کیا آج کے مسلمان سربراہان مملکت میں سے کسی نے حیات طیبہ سے رہنمائی حاصل کی؟ کیا مسلمانوں نے کبھی سوچا کہ ہمارے سب مسائل کا حل اتباع رسالت مآب ﷺ میں ہے؟ قرآن وسنت کو پس پشت ڈال کر ہم کبھی بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کے لئے سنت خیر الانام ﷺ پر عمل کئے بغیر پھر سے عروج حاصل کرنا ممکن ہی نہیں۔

مسلمانوں کو پھر عروج کب نصیب ہوگا؟ اُمت تو زوال کی پستیوں کو خیر باد کہہ کر عروج کی طرف گامزن ہونا چاہتی ہے مگر لیڈر انہیں پھر تاریکیوں میں دھکیل دیتے ہیں اور خود لوٹ مار میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہ قوم کسی مسیحا کی تلاش میں ہے۔ جونہی یہ کام انجام کو پہنچا، اسی وقت ظلمت سے روشنی کا سفر شروع ہو جائے

گا۔ موجودہ لیڈروں میں سے کوئی بھی مسیحا نہیں۔ سیاسی علماء کا کردار بھی قوم نے دیکھ لیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض علماء انفرادی طور پر بعض خوبیوں کے حامل ہیں۔ مگر قوموں کی امامت کے لئے جو معیار درکار ہے اس پر کوئی بھی پورا نہیں اترتا۔ اقبال نے کہا تھا

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

اس معیار پر کون پورا اترتا ہے؟ یہ خوبیاں تو میر کارواں کے لئے درکار ہیں، مسیحا کے لئے تو رخت سفر کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔

آج ایک ایسے مسیحا کی ضرورت ہے جو۔

☆ فکر جنید و بایزید کو لے کر چلے، علوم تصوف و سلوک کا ماہر ہو، قلوب کو اللہ کے نور سے منور کر سکے،

☆ مسلمانوں کے ازلی و ابدی دشمنوں کی سازشوں کو سمجھتا ہو اور ان کو ناکام بنانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

☆ فرقہ پرستی سے بالاتر ہو، مسلمانوں کو دین اسلام کے پرچم تلے جمع کر سکے۔

☆ رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنے کا عہد کرے۔

☆ تعصب، خوف، حزن اور لالچ اس کے قریب بھی نہ پھٹکے۔

☆ غیور ہو، مسلمانوں کی عزت نفس بحال کر سکے۔

☆ مروجہ سائنسی علوم کے دروازے مسلمانوں پر کھولنے کا عزم رکھتا ہو۔

☆ قرآن وسنت کا پیروکار ہو۔ قرآن وسنت کی روشنی میں معاشی عدالتی اور تعلیمی نظام رائج کر سکے۔

کیا ایسا مسیحا ہمارے نصیب میں ہے؟ جس رب کائنات نے پاکستان کی تخلیق کی وہ اس قوم کو بانجھ کیوں رکھے گا۔ سرنگ کے سرے پر روشنی کی کرن نمودار ہوتی نظر آرہی ہے۔ قوم کی گدڑی میں ضرور کوئی نہ کوئی لعل چھپا ہوا ہے۔ مملکت خداداد پاکستان کے حالات پہلے ہی دگرگوں ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جب حالات مزید خراب ہوں گے تو ملک کو قیادت فراہم کرنا مروجہ سیاست دانوں، دانشوروں اور علماء سوء کے بس میں نہ ہوگا۔ قوم ان پر اعتبار کرنے کیلئے تیار نہ ہوگی۔ بہت جلد یہ لوگ تاریخ کے کوڑے دان کا رزق ہوں گے۔ ایسے میں یہ قوم کسی ایسے مسیحا کی متلاشی ہوگی جو معروف معنوں میں سیاسی یا مذہبی لیڈر نہ ہوگا۔ وہ عوام میں سے ہوگا اور اللہ کی نصرت اس کے ساتھ ہوگی۔ یوں فکر جنید و بایزید کی حامل روحانی شخصیت منظر عام پر آئے گی اور نفاذ شریعت اور اصلاح احوال کے لئے قوم کی رہنمائی کرے گی۔

یہ کب ہوگا؟ نگاہ یہ دیکھنے کی منتظر ہے۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

14-1-11

اکرم التفاسیر

عنوان:
انسان اور ازلی دشمن شیطان

پارہ۔ ولوانّنا۔ سورۃ الاعراف۔ آیات 19 تا 25 رکوع 2

آعوذ باللہ من الشیطان الرجیم o

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

ترجمہ: سادہ سا ترجمہ ان آیات مبارکہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ اور آپ کی اہلیہ جنت میں رہیں اور جو چاہیں کھائیں پئیں لیکن اس ایک درخت کے قریب مت جائیں اگر آپ ایسا کریں گے تو یہ ایک نامناسب کام ہوگا۔ شیطان نے انہیں وسوسہ ڈالا۔ اس لئے کہ ان کے انسانی ستر جو ان سے پوشیدہ تھے وہ ظاہر ہو جائیں اور اس نے کہا کہ تمہارے پروردگار نے تمہیں اس درخت سے کھانے سے اس لئے روکا ہے کہ اگر تم یہ کھاؤ گے تو تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے اور فرشتے بن جاؤ گے اور ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ وقاسمهما اور انہیں اللہ کی قسم بھی دی کہ میں سچ بول رہا ہوں اور تمہارا خیر خواہ ہوں۔ چنانچہ اس نے انہیں دھوکا دیا جب انہوں نے ان درخت کا پھل چکھا تو ان دونوں کے پوشیدہ اعضائے توالد و تناسل ان پر ظاہر ہو گئے اور وہ جنت کے پتوں سے انہیں ڈھانپنے لگے۔ اللہ کریم نے انہیں فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں اس سے منع نہیں کیا تھا اور تمہیں یہ بتایا نہیں تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے؟ تو دونوں نے عرض کیا یا اللہ ہم سے غلطی ہوگئی اگر تو ہمیں معاف نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے تو پھر ہمارا بہت زیادہ نقصان ہوگا۔ ارشاد ہوا کہ اب جنت سے چلے جاؤ، اور ایک دوسرے کے (شیطان اور تم) دشمن ہو۔ تمہارے لئے اب زمین میں رہنا ہے ایک خاص مدت تک۔ زمین میں ہی تم زندہ رہو گے۔ وہیں تمہیں موت آئے گی اور پھر حشر کو زمین سے ہی نکالے جاؤ گے۔

تفسیر: اللہ کریم نے یہ قصہ بیان فرمایا ہے جو گزشتہ آیات میں گزر چکا کہ شیطان نے کس طرح سجدے سے انکار کیا۔ اس کے انکار کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور مائی حوا کو حکم ہوا کہ آپ دونوں جنت میں رہیں گے۔ یہ یاد رہے کہ یہ جنت جس میں آدمؑ کو رکھا گیا یہ جنت برزخ میں ہے یہ وہ جنت نہیں ہے جس میں آخرت کے بعد لوگ داخل ہوں گے۔ جس جنت اور دوزخ کا تذکرہ آخرت کے ساتھ آیا ہے وہ علیحدہ ہے یعنی دو دوزخیں بھی ہیں اور دو جنتیں بھی ہیں۔ ایک جنت اور دوزخ برزخ میں بھی ہے جیسے فرعون اور اس کے متبعین غرق ہوئے اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا (نوح:25) غرق تو سمندر میں ہوئے لیکن دوزخ میں داخل ہو گئے۔ آگ میں داخل ہو گئے اور آگے ہے کہ آخرت کو انہیں شدید عذاب ہوگا یعنی بڑی جہنم میں داخل کیا جائے گا جو دائمی ہے اور اخروی ہے۔ جو عذاب و ثواب برزخ کا ہے اس کی اپنی الگ ایک کیفیت ہے اسے بھی جنت کہا جاتا ہے اور دوزخ بھی کہا جاتا ہے۔ جن کو عذاب ہوتا ہے وہ برزخ سے ہوتا ہے چونکہ جنت اور دوزخ جو حقیقی ہیں اور ہمیشہ رہنے والی ہیں ان میں داخلہ قیامت کے بعد ہوگا۔

آدمؑ کو اور ماں حوّا کو حکم ہوا کہ آپ اس جنت میں رہیں اور جو چاہیں کھائیں پئیں۔ اس میں ہر طرح کے باغات ہیں، میوہ جات

ہیں، پھل ہیں، خوراک ہے، پانی ہے، مشروبات ہیں، ہر چیز، ہر نعمت موجود ہے اور ہر نعمت آپ استعمال کر سکتے ہیں لیکن اس ایک درخت کے قریب مت جایئے گا۔ قرآن کریم نے لفظ شجرہ استعمال کیا ہے۔ شجرہ درخت کو کہتے ہیں۔ بعض حضرات نے لکھا ہے وہ گندم کا دانہ تھا لیکن بہر حال گندم کا درخت تو نہیں ہوتا۔ فصل ہوتی ہے باقی اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ قرآن کریم نے اتنا ہی بتایا ہے کہ انہیں حکم ہوا کہ اس درخت کا پھل مت کھایئے گا۔ اگر اسے کھائیں گے تو آپ نقصان میں رہیں گے۔ یہ نامناسب ہوگا۔ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ آپ غلط کام کرنے والوں میں شمار ہو جائیں گے۔ بہر حال شیطان اپنی کوشش میں لگا رہا۔ اس جنت میں آدمؑ اور اماں حوا کو رکھا گیا تو ان کے ستر ظاہر نہیں تھے مردانہ اور زنانہ پوشیدہ اعضاء جو تھے وہ ظاہر نہیں تھے۔ جسم میں پوشیدہ تھے۔ شیطان غالباً یہ چاہتا ہوگا کہ درخت کے کھانے سے ان کے ستر ظاہر ہو جائیں گے اور آج تک شیطان یہ کوشش کر رہا ہے کہ انسانوں کو بے لباس کیا جائے۔ بے لباسی بہت بڑی بے حیائی ہے۔ جانوروں، پرندوں، درندوں کا کوئی لباس نہیں ہوتا لیکن ان کا اللہ کریم نے جسم ایسا بنایا ہے کہ ان کے پوشیدہ اعضاء بھی اس جسم کی بناوٹ میں ایک حد تک پوشیدہ رہتے ہیں لیکن انسان کے جسمانی توالد و تناسل کے اعضاء ظاہر ہو جاتے ہیں اور ان کو ڈھانپنا فرض ہے واجب ہے۔ لیکن اگر کوئی پوشیدہ اعضاء کو بھی ظاہر کر دیتا ہے جس طرح کہ آج کا معاشرہ برہنگی کی طرف جا رہا ہے تو یہ ایک بے حیائی ہے اور پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ انسان کو حیوان کی سطح پہ لے آتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو پوشیدہ اعضاء کے اظہار سے شرمندہ نہیں ہوتا اسے پھر کسی گناہ سے بھی شرم نہیں آتی۔ وہ ہر گناہ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ آج یہ بات ہم اپنے معاشرے میں دیکھ رہے ہیں کہ جب سے برہنگی کا یہ طوفان چلا ہے تب سے بے حیائی کا نام روشن خیالی رکھ دیا گیا ہے عورتیں بے لباس پھرتی ہیں چونکہ شرعاً ایسا لباس پہننا جس سے جسم کی بناوٹ اور نشیب و فراز ظاہر ہوتے ہوں وہ بھی بے لباس ہونے کے برابر ہے۔ آدھے سے زیادہ لوگوں کا جسم ننگا ہوتا ہے خاص کر خواتین کا جنہوں نے جسم پر چند چیتھڑے پہنے ہوتے ہیں وہ بھی اتنے چست ہوتے ہیں کہ جسم کے اتار چڑھاؤ صاف نظر آتے ہیں تو یہ بھی برہنگی میں شمار ہو جاتا ہے۔ جب انسان برہنہ ہو جاتا ہے اور اسے شرم نہیں آتی تو اس سے ہر گناہ کی توقع کی جا سکتی ہے پھر وہ ہر برائی کرتا ہے نہ اسے اللہ سے حیاء آتی ہے نہ اللہ کے فرشتوں سے حیاء آتی ہے اور نہ انسانوں سے حیاء آتی ہے جو اس کے ارد گرد بستے ہیں۔ جب کوئی اس بے حیائی کو پہنچ جائے تو پھر وہ شیطان کے لئے ایک تر نوالہ بن جاتا ہے۔ ایسے شخص سے وہ ہر برائی کروا سکتا ہے۔

چونکہ آدمؑ نے تو زمین پہ آنا تھا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرہ:30) ان کی تخلیق سے پہلے جب انہیں بنانے کا ارادہ فرمایا اور رب العالمین نے اپنا ارادہ فرشتوں پر ظاہر فرمایا تو اس وقت یہی فرمایا کہ میں زمین میں اپنا ایک نائب بنا رہا ہوں۔ اس میں اللہ کریم کی اور بے شمار حکمتیں ہوں گی لیکن ایک حکمت یہ بھی تھی کہ شیطان کی انسان کے ساتھ جو دشمنی ہے وہ ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ شیطان نے انہیں کہنا شروع کیا فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ شیطان انہیں وسوسے القاء کرنے لگا۔ چونکہ مردود ہو چکا تھا۔ وہ جنت اگرچہ برزخ ہی تھی تو بھی اس کے اندر تو داخل نہیں ہو سکتا تھا لہٰذا باہر سے وسوسے القاء کرتا تھا۔ اس کے وسوسے القاء کرنے کی وجہ یہ تھی لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا تاکہ ان دونوں کو ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ کردے شیطان چونکہ پہلے سے آسمان میں رہتا تھا فرشتوں کے ساتھ وہ جانتا تھا کہ اس

درخت کا پھل جو کھائے گا اس کے پوشیدہ اعضاء ظاہر ہو جائیں گے چنانچہ اس نے اس لئے وسوسے ڈالنے شروع کئے کہ اگر یہ کھالیں گے اس کی بات مان لیں گے تو ان کے پوشیدہ اعضاء ظاہر ہو جائیں گے۔ تو اس نے آدمؑ سے عرض کی کہ آپ کے رب نے اس درخت کا پھل کھانے سے آپ کو اس لئے روکا ہے کہ یہ پھل کھانے سے آپ بھی فرشتوں کی طرح ہو جائیں گے، ہمیشہ ہمیشہ جنت میں ہی رہیں گے۔ زمین پہ تو بڑی پرمشقت زندگی ہے آپ وہاں جانے سے بچ جائیں گے۔ وَ قَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ (الاعراف:21) اس نے اللہ کی قسمیں کھائیں کہ میں تو آپ کی بھلائی کی بات کر رہا ہوں۔ آدمؑ اور حضرت اماں حواؑ کے قلوب تو روشن تھے انہیں یہ خیال بھی نہ آیا کہ کوئی جھوٹ پر بھی اللہ کی قسم کھا سکتا ہے لیکن شیطان تو مردود ہو چکا تھا اس کا دل سیاہ ہو چکا تھا تو اس نے جھوٹ پر اللہ کی قسمیں کھائیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے جھوٹ پر قسم کھانا بہت بڑی دیدہ دلیری اور شیطانی کام ہے۔ شیطان کی طرح کا کام ہے جو شیطان نے کیا فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ان کو دھوکا دے کر زمین پر لانے کا سبب بن گیا۔ تو اس سارے واقعہ میں آدمؑ کی معصومیت اور شیطان کا فریب اور اس کی برائی اور جھوٹ پر قسمیں کھانے کا واقعہ بیان فرما کر قرآن کریم کا مقصود یہ ہے کہ لوگ شیطان کے حربوں سے واقف ہو جائیں اور اس کی بات کو نہ مانیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات مانیں۔ ان کے مقابلے میں شیطان کی بات نہ مانی جائے۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا جنت کے درختوں کے بڑے بڑے پتے لے کر انہوں نے اپنے ستر چھپا لئے یعنی فطری طور پر انسان میں یہ بات ہے کہ وہ باپردہ رہنا چاہتا ہے اور وہ اپنے پردے کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ آدمؑ کو وہاں تعلیم تو نہیں دیا گیا تھا یہ ان کی فطرت میں تھا کہ جب مردانہ اور زنانہ اعضاء ظاہر ہو گئے تو انہوں نے فوراً لپک کر جنت کے کسی درخت کے بڑے بڑے پتے توڑے اور اپنے جسم کے ستر ڈھانپنے شروع کر دیئے۔ تب اللہ کریم نے انہیں فرمایا۔ ان کے پروردگار نے انہیں فرمایا اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ کیا ہم نے آپ کو اس درخت کے کھانے سے روکا نہیں تھا وَ اَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اور یہ بات آپ کو بتائی تھی کہ شیطان آپ کا کھلا دشمن ہے۔ اس کی بات نہ سنئے گا یہ ہمیشہ برائی کی بات کرے گا گناہ کی بات کرے گا، اللہ کی نافرمانی کی بات کرے گا۔ تو آدمؑ نے بھی اور اماں حوا نے بھی کہا قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا اے اللہ ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا، ہم نے اپنے آپ پر بڑی زیادتی کر دی۔ یہاں دونوں فلسفے سامنے آ گئے کہ جب شیطان مردود ہوا تو اس نے کہا قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِیْ (الاعراف:16) ''جس طرح تو نے مجھے گمراہ کر دیا'' اس نے اپنی گمراہی کا الزام ذات باری کی طرف منسوب کیا لیکن آدمؑ نے اپنی غلطی اپنی طرف منسوب کی یا اللہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے آپ نے تو ہمیں روکا تھا ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن ہم غلطی کر گئے۔ اب اگر آپ ہمیں معاف نہیں فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہیں کریں گے تو ہم تو پھر کسی کام کے نہ رہے ہمارا تو سب کچھ ضائع ہو گیا۔ ہمارا تو بہت بڑا نقصان ہو گیا۔ تو ایک رواج بن گیا ہے کہ لوگ جب بھی برائی کرتے ہیں تو اسے تقدیر کی طرف نسبت کر دیتے ہیں کہ بس جی تقدیر میں یہی تھا۔ ڈاکہ کریں گے، قتل کریں گے، چوری کریں گے اور جب پکڑے جائیں گے تو کہیں گے بس جی قسمت میں یہی تھا۔ یعنی برائی اللہ نے کرائی ہے۔ حالانکہ اللہ کریم تو برائی سے روک رہے ہیں اور انسان کو اختیار دیا ہے۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الدھر:3)

اسے نیکی اور برائی دونوں راستے بتا کر اختیار دیا ہے کہ اپنی پسند سے کس راستے پہ چلنا ہے لہٰذا اگر کوئی غلطی کرتا ہے، برائی کرتا ہے تو یہ اللہ کا حکم نہیں ہے یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے وہ اپنی پسند سے کرتا ہے تو گناہ کر کے یہ کہنا غلط ہے کہ یہی قسمت میں تھا یہی تقدیر میں تھا۔ تقدیر کی طرف گناہ کی نسبت کرنا ایک الگ، ایک اور گناہ اور شیطان کا اتباع ہے۔ کہ شیطان جب گمراہ ہوا تو اس کا سبب اس کا اپنا کردار تھا، بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اس کے دل میں اپنی بڑائی پہلے سے موجود تھی لیکن عبادت کرتا یا فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا ترقی کرتا رہا تو جب وہ بڑائی ظاہر ہوئی تو اس پر سزا دے دی گئی یہ قانون فطرت ہے دنیاوی قانون میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کے دل میں ہو کہ میں چوری کروں گا تو کوئی سزا نہیں دیتا لیکن جب وہ چوری کا مرتکب ہوتا ہے تو سزا پاتا ہے۔ کسی کا ارادہ ہو، دل میں پوشیدہ ہو کہ میں فلاں کو قتل کر دوں گا تو اس پر قتل کا مقامہ نہیں بنتا لیکن جب وہ قتل کر دیتا ہے تو اس پر دعویٰ دائر ہوتا ہے تو اللہ کریم جانتے تھے کہ اس کے دل میں یہ بڑائی موجود ہے لیکن جب تک وہ عبادت کرتا رہا وہ بڑائی ظاہر نہ کی تو اللہ کریم نے اس کا پردہ رکھا اور اسے ترقی ملتی رہی اور جیسے اس سے بڑائی کا اظہار ہوا اس نے کہا اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ سجدے سے انکار کیا اور کہا میں اس سے بہتر ہوں۔ پھر ایک دم وہ سارے فضائل سارے درجات سلب ہو گئے اور وہ مردود ہو کر آسمانوں سے نکال دیا گیا۔

بعض اوقات ساتھی بھی یہ سوال پوچھتے ہیں۔ محققین کرام نے جواب بھی دیا ہے تفسیر مظہری میں ہے تفاسیر میں دیکھا جائے تو مفسرین فرماتے ہیں کہ راہ سلوک میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے اندر کوئی نہ کوئی خبث کوئی نہ کوئی خرابی ہوتی ہے پھر جب وہ کسی عظیم شیخ کے ساتھ لگتے ہیں تو انہیں ترقی ہوتی رہتی ہے مراقبات ہوتے رہتے ہیں، مشاہدات ہوجاتے ہیں، جب کسی موقع پر ان کے خبث باطن کا اظہار ہوتا ہے کسی موقع پر آ کر شیخ کی نافرمانی کرتے ہیں یا احباب میں تفریق ڈالتے ہیں تو ایک دم سے وہ سارا کچھ سلب ہو کر وہ مردود ہو جاتے ہیں۔ یہ سوال ساتھی کرتے ہیں کہ بعض لوگ حضرتؒ کے ساتھ دس دس، پندرہ پندرہ، بیس بیس سال رہے اور ان کے بڑے بڑے مراقبات تھے تو پھر وہ چھوڑ گئے، سلسلہ کیوں چھوڑ گئے؟ ایسا اسی طرح ہوتا ہے جس طرح شیطان آسمانوں میں رہا عبادت کرتا رہا لیکن اس کے دل میں وہ خبث باطن تھا۔ آدمؑ کی تخلیق ہوئی تو وہ جو اس کے اندر خبث باطن تھا، اس کی جو برائی تھی، وہ سامنے آ گئی۔ جب سامنے آ گئی تو مردود کر دیا گیا۔ وہ ساری عبادت بھی سلب ہو گئی، سارے درجات بھی سلب ہو گئے اور ہمیشہ کے لئے مردود قرار دے دیا گیا۔ اس طرح بعض لوگ مشائخ کے ساتھ، عظیم لوگوں کے ساتھ مل کر عبادت کرتے رہتے ہیں انہیں مراقبات بھی ہوتے رہتے ہیں لیکن جب کسی کے دل میں دنیا کی طلب ہوتی ہے کسی کو کچھ مراقبات نصیب ہو جائیں تو پھر وہ یہ چاہتا ہے کہ اب لوگ میرے ہاتھ پاؤں چومیں، بڑا سمجھیں مجھے نذرانے دیں، مجھے تحفے دیں، مجھے کپڑے جوتے دیں، جب یہ ظاہر ہوتا ہے تو ہر چیز سلب ہو جاتی ہے اور وہ بندہ از خود اس سلسلے سے نکال دیا جاتا ہے۔ من جانب اللہ ہی رد کر دیا جاتا ہے۔ ویسے رد شدہ لوگوں کو عموماً توبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی یہ بڑی عجیب بات ہے۔ جیسے شیطان سے توبہ کی توفیق بھی سلب ہو گئی۔ اسی طرح ضائع ہونے والے لوگوں سے توبہ کی توفیق بھی سلب ہو جاتی ہے۔ انہیں توبہ کی توفیق بھی نہیں ملتی۔ میرے پاس بھی کچھ لوگ واپس آئے جی ہمیں معاف کر دو۔ میں نے کہا میں نے تو معاف کیا۔ میرا کام تو ہے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا۔ آ جاؤ پھر سے شروع کر دو لیکن دیکھا

یہ ہے کہ انہیں اللہ نے معاف نہیں کیا۔ انہیں پھر سے توفیق نہیں ہوئی۔ سلسلے میں شامل ہونے کی یا جماعت کے ساتھ کام کرنے کی، حالانکہ چند لوگ میرے پاس آئے میں نے کہا۔ میں تو تم سے ناراض ہی نہیں ہوں تم چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ پھر سے آ جاؤ اللہ اللہ کرو۔ لیکن توفیق الٰہی نہیں ہوئی۔

شیطان نے یہی جرم کیا تھا۔ اس کے اندر جو خبث تھا۔ اس کا اظہار کیا اور ذمے اللہ کے لگایا کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا۔ آدمؑ سے یہ غلطی ہوگئی اور شیطان نے کروائی اور اس نے اللہ کی قسمیں کھائیں کہ میں آپ کو سچ کہہ رہا ہوں۔ اب ان کے معصوم قلوب تھے۔ انہیں یہ گمان بھی نہیں تھا کہ کوئی اللہ کی جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے۔ شیطان کا تو دل سیاہ ہو چکا۔ چنانچہ انہیں وہیں اس جنت میں ہی تجربہ ہوگیا کہ یہ جو شیطان ہے یہ جھوٹ میں کس حد تک، کس انتہا تک جا سکتا ہے۔ اللہ کو یہ منظور ہوگا کہ انہیں یہ تجربہ ہو جائے لیکن انہوں نے اس غلطی کو اللہ کی طرف منسوب نہیں کیا۔ انہوں نے فرمایا اے ہمارے رب تو نے بتایا تھا۔ تو نے حکم دیا تھا۔ اس کے قریب نہ جانا، ہم سے غلطی ہوگئی، ہم نے اس کی قسم پہ اعتبار کر لیا اور ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا اور اپنے آپ پر ہم نے بڑی زیادتی کی وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا اور اگر تو ہمیں معاف نہ کرے، ہم پر رحم نہیں کرے تو پھر ہمارے پاس تو کچھ نہیں بچا۔ ہم خسارے میں چلے گئے، نقصان میں چلے گئے۔ خسارہ یہ ہے کہ اصل زر ضائع ہو جائے۔ اگر ایک لاکھ روپیہ کہیں لگاتے ہیں تو بجائے منافع آنے کے وہ لاکھ بھی ضائع ہو جائے اور اکثر ضائع ہو جائے تو اسے خسارہ کہتے ہیں۔ کوئی کام کیا جائے اور اس میں منافع نہ ہو اصل بچ جائے تو پھر بھی خسارہ نہیں کہلاتا مثلاً کہیں پیسہ لگایا اور اصل میں سے سارا یا آدھا بھی ضائع ہو جائے تو یہ خسارہ ہوتا ہے تو انہوں نے کہا رب العالمین ہمیں تو نے عزت دی تھی جنت میں رکھا تھا۔ جو ہمارا مقام تھا، ہم تیری یاد میں لگے ہوئے تھے لیکن ہم کماتے کیا؟ ہم سے تو وہ منصب بھی چلا گیا۔ جو تو نے ہمیں دیا تھا اس میں تو ہمارا بہت زیادہ نقصان ہو گیا۔ تو اللہ کریم نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور فرمایا اب یہ تجربہ تو ہو گیا تمہیں سمجھ آ گئی کہ شیطان کس حد تک جا سکتا ہے چونکہ تمہاری تخلیق ہی زمین کے لئے ہوئی تھی تو فرمایا قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اب یہاں سے زمین پر تشریف لے جاؤ لیکن یہ یاد رکھو کہ یہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں یہاں تو ذکر آدمؑ کا ہے لیکن نصیحت ساری اولاد آدم کو فرمائی جا رہی ہے کہ جب تک آدمؑ کی اولاد دنیا پہ رہے گی یہ شیطان سب سے دشمنی کرتا رہے گا لہٰذا کسی کو بھی شیطان کو دوست نہیں سمجھنا چاہیے۔ فرمایا یہ تمہارا پکا دشمن ہے جو وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ تمہارے رہنے کی جگہ زمین پر ہے تمہارا گھر زمین پر ہے وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ زمین کی نعمتوں سے ایک خاص وقت تک تم نے فائدہ حاصل کرنا ہے۔ زمین میں تمہارے لئے خوراک کی، غذا کی، لباس کی، گھر بنانے کی بے شمار نعمتیں میں نے پیدا کر دی ہیں لہٰذا مقررہ وقت یعنی اپنی موت تک ہر انسان ان سے شرعی حدود کے اندر رہ کر استفادہ کر سکتا ہے۔ فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ یہ تمہارا گھر ہے۔ یہ تمہارے رہنے کی جگہ ہے اس میں ایک مدت تک تم فائدہ حاصل کر سکتے ہو۔ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ زمین پر اب تمہاری دنیاوی زندگی بسر ہوگی اور ساری اولاد آدم مرنے کے بعد اسی زمین میں پیوند خاک ہوگی۔ جب تک

تم زمین پر ہو تمہارا مقابلہ شیطان کے ساتھ ہے۔ تمہیں ہدایت کی جا رہی ہے کہ اللہ کی بات مانو شیطان کی بات رد کرو پھر جب زندگی پوری ہوگی تو اسی زمین میں تم پیوند خاک ہو گے۔ وَ مِنۡهَا تُخۡرَجُوۡنَ اور روز حشر تم کو پھر اسی زمین سے نکالا جائے گا۔ یوں اولاد آدم کے لئے ایک پورا ضابطہ حیات مقرر کر دیا۔ اس سارے واقعے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ شیطان بہر حال ہر انسان کا دشمن ہے۔ حتیٰ کہ جو اس کی پوجا کرتے ہیں ان کا بھی دشمن ہے۔ چونکہ کافر بھی انسان ہیں، آدمؑ کی اولاد ہیں تو وہ کافروں کا بھی دشمن ہے۔ حضرتؒ کے پاس ایک دفعہ ایک ہندو جوگی آیا۔ یہ بڑے مجاہدے کرتے تھے اور بڑی محنت کرتے تھے تو حضرت فرماتے تھے کہ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا کمال ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ میں جب توجہ کرتا ہوں اور اپنے طریقے سے کوشش کرتا ہوں۔ تو ایک شکل ظاہر ہو جاتی ہے مجھے ہیولا سا نظر آ جاتا ہے اور میں اسے کہتا ہوں کہ مجھے فلاں جگہ جانا ہے تو وہ مجھے اٹھا کر وہاں پہنچا دیتا ہے یہ میرا کمال ہے کہ مجھے سینکڑوں میل بھی جانا ہو تو آن واحد میں جسمانی طور پر میں وہاں پہنچ جاتا ہوں تو آپؒ فرماتے تھے میں نے پوچھا، اچھا ایک بات بتاؤ یہ جو شکل ظاہر ہوتی ہے اس سے تمہیں اُنس پیدا ہوتا ہے یا ڈر لگتا ہے اس نے کہا جی ڈر لگتا ہے۔ تو آپؒ نے فرمایا اسکا مطلب ہے یہ شکل شیطان ہے۔ شیطان چونکہ انسان کا ازلی دشمن ہے اور فطرتاً دشمن سے کبھی انس پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت فرماتے ہیں میں نے اس سے پوچھا تم کیا مشق کرتے ہو؟ تو کہنے لگا ہم دل پہ توجہ کر کے "ہوں توں، ہوں توں، ہوں توں" کرتے ہیں یعنی محض ارتکاز توجہ کے لئے بھوکا رہنا، جاگتے رہنا تا کہ گناہ اور گمراہی کے کام میں شیطان سے مدد لی جائے یہ بے دین لوگ اس طرح جتنی ممکن ہو شیطان ان کی مدد کرتا ہے۔ حضرتؒ نے اسے بڑا خوبصورت معیار دیا کہ اگر تمہیں اس شکل سے ڈر لگتا ہے تو اس کا مطلب ہے وہ شکل شیطان کی ہے اس لئے کہ وہ انسان کا ازلی دشمن ہے اور دشمن سے ڈر ہی لگتا ہے۔ اگر وہ شکل اللہ کی طرف سے ہوتی تو فرشتہ ہوتا اور تمہیں اس سے اُنس پیدا ہوتا۔ یہی تمہاری گمراہی کی دلیل ہے کہ وہ شکل شیطانی ہے۔

جو لوگ دوسروں پہ جادو کراتے ہیں تعویزات کرتے ہیں کہ فلاں کا بیٹا مر جائے، اس کی بیوی بیمار ہو جائے، اس کے جانور مر جائیں، اس کے کاروبار میں نقصان ہو جائے تو اس کی فلاسفی بھی یہ ہے کہ ان عاملوں کو شیطان عملیات القاء کرتا اور بتاتا ہے جن میں کفریہ کلمات ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ عجیب الٹی الٹی حرکتیں کرتے ہیں۔ قرآن کی آیات دم مسفوح سے لکھتے ہیں ذبح کرتے وقت جو خون نکلتا ہے وہ حرام ہوتا ہے۔ اب قرآنی آیت اس حرام خون سے لکھو تو وہ بجائے خود بڑا ظلم ہے۔ یہاں تک کہ ایسے لوگ پیشاب سے آیات لکھتے ہیں۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ۔ یہ بہت بڑا ظلم کرتے ہیں پھر اس میں شیطان تعاون کر کے یہ کوشش کرتا ہے کہ کچھ نہ کچھ اثر ظاہر ہو اور اگلے کا نقصان ہو جائے۔ لیکن جس کے لئے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے وہ اگر اللہ کی توحید کا اقرار کرنے والا ہو، اللہ کی عبادت کرنے والا ہو، حلال کھانے والا ہو اور نماز پڑھنے والا ہو تو اس کا کچھ نہیں بگڑتا چونکہ اللہ نے فرمادیا اِنَّ عِبَادِىۡ لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ (بنی اسرائیل:65) جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کوئی بس نہیں چلے گا۔ لیکن آج کی مصیبت تو یہ ہے کہ

معاشی نظام ایسا ہے کہ ہمارے کھانے میں سود شامل ہے۔ جو شخص چوری یا ڈاکہ نہیں کرتا وہ اس نظام کے باعث سود کھا رہا ہے۔ اب جو سود کھائے گا اسے حفاظت الٰہیہ کیسے حاصل ہوگی؟ سود کھائے گا تو شیطانی اثرات بھی اس پر ہوں گے۔ جھوٹ بولے گا، چوری کرے گا، اللہ کی عبادت نہیں کرے گا۔ اللہ پہ یقین نہیں ہوگا اور اللہ کے علاوہ اور ہستیوں کو پکارتا رہے گا تو چونکہ مخلوق بھی اللہ سے بیگانہ ہوگئی ہے اس لئے ان پر فوری جادو کا اثر ہوتا ہے گویا فلاسفی یہ ہے کہ عامل اور جادوگر یہ سمجھتا ہے کہ اس نے جن قابو کئے ہوئے ہیں۔ وہ اس کے تابع ہیں لیکن وہ شیطان ہوتے ہیں اور وہ اس کے تابع نہیں ہوتے بلکہ عامل ان کے تابع ہوتا ہے اور شیطان اس عامل کی وجہ سے بے شمار لوگوں کو گمراہ کر رہے ہوتے ہیں۔ ان کے ایمان خراب کرتے ہیں ان کے عقائد خراب کرتے ہیں کردار خراب کرتے ہیں، اعمال تباہ کرتے ہیں، عامل سمجھتا ہے کہ جن اس کے تابع ہیں لیکن شیطان کو پتہ ہوتا ہے کہ عامل کے ذریعے اس کا کام چل رہا ہے وہ عامل کے ساتھ تعاون کر کے اس کے تعویزات کے نتیجے میں کچھ نہ کچھ نقصان کروا دیتا ہے جیسے کسی کے بچے کو ڈرا دیا یا کسی کے گھر میں کھٹکا کر دیا یا کسی کی چوری کر دی۔ تو جتنا وہ کر سکتا ہے وہ کرتا ہے۔ اس کا سادہ سا علاج ہے کہ جسے اللہ پہ بھروسہ ہو اور وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہو اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ نہ عامل، نہ شیطان بلکہ اللہ کریم نے اسے بتا دیا۔ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ جو میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا کوئی بس نہیں چلے گا اور خود شیطان نے بھی کہا تھا کہ میں سب کو گمراہ کروں گا، تکلیف دوں گا، پریشان کروں گا اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (الحجر: 39) جو تیرے مخلص بندے ہوں گے میں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ۔ اگر ہم جادوگروں سے اور جادو سے ڈرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارا تعلق اللہ کریم سے کمزور ہے۔ اگر ہم اللہ کو یاد کریں اللہ پر بھروسہ کریں، حلال کھائیں اور اللہ کی عبادت کریں تو کوئی جادوگر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ الحمد للہ۔

سو شیطان کے بہکاوے میں آ کر سب سے پہلے ان کا جو نقصان ہوا وہ یہ ہوا کہ ستر عورت ظاہر ہو گیا۔ ستر نہ رہا اور پوشیدہ اعضاء ظاہر ہو گئے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیطان جس کو اپنے گھیرے میں لینا چاہتا ہے اسے سب سے پہلے بے حیائی کی طرف مائل کر دیتا ہے وہ ایک عربی کا ایک محاورہ ہے اترک الحیاء تفعل ما تشاء حیا چھوڑ دو پھر جو مرضی کرتے رہو اور فارسی ترجمہ اس کا کیا گیا ہے کہ "بے حیا باش ہر چہ خواہی کن" بے حیا بن جا اور شرم چھوڑ دے پھر جو مرضی کرتا رہ پھر تمہیں کیا ڈر؟ تو یہ ایک حیا ہے، جو مانع ہوتا ہے اللہ کی نافرمانی سے اور جو بے حیا ہو جاتا ہے اُسے پھر کسی چیز کا احساس باقی نہیں رہتا۔ اسی لئے آپ دیکھیں کہ جہاں تک شیطان کا بس چلتا ہے انسانوں کو بے حیائی کی طرف مائل کر رہا ہے بے لباسی کی طرف مائل کر رہا ہے، بے حیائی تو حرام ہے ہی، اسے دیکھنا بھی حرام ہے ننگی عورتوں کو دیکھنا بھی حرام ہے۔ ان کی وہ شرعی حرمت بھی نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کہیں تشریف لے جا رہے تھے اور ساتھ ان کے کچھ شاگرد تھے جو خود بڑے فاضل تھے اس زمانے میں اکابر علماء جب فارغ التحصیل ہوتے تو آئمہ کرام کی خدمت میں رہ کر علم کی تکمیل کرایا کرتے تھے تو وہ فاضل حضرات امام صاحب سے چند قدم آگے چل رہے تھے۔ آگے کوئی نالہ تھا یا پانی کا کوئی جوہڑ تھا تو وہاں

کچھ عورتیں بیٹھی کپڑے دھو رہی تھیں کسی کا بھی ستر پورا نہ تھا کوئی برہنہ نہا رہی تھی اور کوئی اسی حالت میں اپنے کپڑے دھو رہی تھی عورتیں عورتیں ہی تھیں تو وہ حضرات اپنا رخ پیچھے کر کے کھڑے ہوگئے۔ امام صاحب جب وہاں پہنچے تو انہوں نے پوچھا کیا بات ہے۔ عرض کی آگے عورتیں ہیں اور برہنہ نہا رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا آپ لوگ نظریں نیچی کر کے وہاں سے گذر جاؤ اس لئے کہ لاحرمۃ لھما اس لئے کہ جو عورت اپنا پردہ نہیں رکھتی اس کی شرعی حرمت نہیں ہوتی۔ ان کی کوئی شرعی حرمت نہیں ہے جس طرح کتے، بلے، گائے، بھینس، جانور، بھیڑ بکریاں پھرتی ہیں اسی طرح جو انسان حیا چھوڑ دے اور بے لباس ہو جائے تو وہ ان جانوروں میں شمار ہوتا ہے اس کی شرعی حرمت نہیں رہتی۔ ہاں! آپ کا دیکھنا منع ہے۔ برائی کو دیکھنا بھی منع ہے آپ اس طرف نہ دیکھیں تو ان کی شرعی حرمت نہیں ہے آپ ان کے پاس سے گذر جائیں۔ بے حیائی ایسا بڑا جرم ہے کہ ان کو دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ دیکھنے سے بھی آدمی میں بے حیائی کا اثر پیدا ہوتا ہے۔ شروع شروع میں بے حیائی کو دیکھنے کا عادی ہوتا ہے تو پھر بے حیائی کرنے بھی لگ جاتا ہے۔

جو لباس کسی غیر مسلم قوم کا شعار ہو اسے جب مسلمان اپناتا ہے تو کیا اثرات آتے ہیں اس پر علامہ ابن خلدون نے اپنی تصنیف "مقدمہ" میں بڑی خوبصورت بحث کی ہے فرماتے ہیں۔ اسلام میں کوئی لباس مقرر نہیں ہے۔ لباس کی کچھ خصوصیات مقرر ہیں۔ سب سے پہلا ستر عورت فرض ہے۔ یعنی پوشیدہ اعضاء کا پردہ یہ فرض ہے ضروری ہے۔ اب اس کے بعد لباس جو ہے وہ زینت بھی ہے اور تحفظ بھی ہے۔ دو باتیں لباس میں ہونی چاہئیں۔ ایک تو وہ خوبصورت بھی لگے اچھے طریقے سے بنایا گیا ہو اچھے طریقے سے سلوایا گیا ہو۔ اچھا کپڑا ہو اپنی حیثیت کے مطابق ہو اور دوسرا گرمی سردی سے تحفظ بھی دے۔ موسم کی شدت سے بھی بچانے والا ہو۔ تو جو لباس بھی ہو ٹھیک ہے لیکن کسی خاص قوم کا جو لباس شعار بن جاتا ہے اس کے مرد عورت، بچے، بوڑھے وہی پہنتے ہیں۔ ان کا قومی لباس بن جاتا ہے۔ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ اگر وہ لباس کوئی پہننا شروع کر دے تو شروع شروع میں تو ان کی اس لباس کی کچھ خرابیاں یا برائیاں ہوتی ہیں اس کی نظر میں وہ کم ہو جاتی ہیں۔ رفتہ رفتہ ان کی معاشرت کی برائیاں جو ہیں وہ ان کو نظر انداز کرنے لگتا ہے۔ ان جیسی عادتیں اپنا لیتا ہے۔ آہستہ آہستہ انہی جیسی عادتیں اختیار کر لیتا ہے۔ تو وہ رفتہ رفتہ اللہ کی نافرمانی کی طرف چلا جاتا ہے۔

ہمارے ایک محترم وزیر صاحب کی امریکہ کے نائب صدر سے کسی میٹنگ میں ملاقات ہوئی انہوں نے ایسا خوبصورت انگریزی سوٹ پہنا ہوا تھا کہ امریکہ کے نائب صدر کے منہ سے تعریف نکل گئی۔ ٹائی اتنی قیمتی تھی کہ اس نے کہا آپ کی ٹائی اور آپ کا سوٹ کمال کا ہے۔ یعنی امریکی نائب صدر کو ایسا نصیب نہیں لیکن دوسری طرف اس لباس اور اتنا بڑا انگریز بننے کا انہیں یہ فائدہ ہوا کہ اجلاس میں انہیں سورۂ اخلاص پڑھنا تھی کہ اجلاس تلاوت سے شروع کریں لیکن انہیں سورۂ اخلاص یعنی قل شریف بھی یاد نہیں تھی۔ بے حیائی کا لباس اور غیروں کی اقتداء کہاں تک لے جاتی ہے کہ کوٹ ٹائی میں تو اتنے آگے چلے گئے کہ امریکہ کا نائب صدر ان کی تعریف کر رہا ہے لیکن دین کے معاملے میں اتنے دور ہو گئے کہ قل شریف بھی یاد نہیں حالانکہ سورۂ اخلاص تو قرآن کریم کی وہ سورۃ ہے جو ایک ان پڑھ نے

بھی یاد کر رکھی ہے اور نماز کی ہر رکعت میں پڑھتا ہے۔ جن کو قرآن کی مختلف سورتیں یاد ہیں یا سارا قرآن یاد ہے وہ ہر رکعت میں مختلف آیات پڑھ لیتے ہیں لیکن جسے پورا قرآن یاد نہیں ہے یا مختلف سورتیں یاد نہیں ہیں وہ ہر رکعت میں قل شریف ہی پڑھتا ہے۔ ہر مسلمان انپڑھ پڑھے لکھے جاہل سب کو قل شریف تو آتا ہے اور بچپن میں مائیں یاد کرا دیتی ہیں۔ کرایا انہیں بھی ہوگا لیکن یہ اتنے بڑے انگریز بنتے ہیں کہ انہیں قل یاد نہیں ہوتا۔ ان وزرائے کرام کو قل شریف بھی نہیں آتا اور ہم ان سے انصاف وعدل اور نفاذ دین کی اُمیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ کیا بات ہے ہماری سادگی کی بھی!

سو یہ سارا واقعہ وقوع پذیر ہونے کے بعد حکم ہوا کہ شیطان بھی اب زمین میں رہے گا اور آدمؑ اور ان کی اولاد بھی زمین پر بسے گی لیکن یہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ شیطان تو دشمنی کرتا ہی ہے لیکن یہاں فرمایا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ انسان کیا دشمنی کرتا ہے؟ نبی کریم ﷺ کا ارشاد عالی کہ عمرؓ جس راستے سے آرہا ہو شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ عمرؓ شیطان کے لئے اتنے طاقتور دشمن تھے کہ وہ اس راستے سے ہٹ جاتا جہاں وہ ہوں یعنی انسان شیطان کی دشمنی تب کرتا ہے جب وہ اللہ کے احکام پر عمل کرتا ہے اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور شیطان سے حقیقی دشمنی یہ ہے کہ جب وہ اس دینی تعلیم عقیدے اور عمل کو پھیلاتا ہے اور دوسروں کو بھی دعوت دیتا ہے تو شیطان سمجھتا ہے کہ یہ میرے لئے مصیبت پیدا کر رہا ہے۔ یہ میرے شکار کو مجھ سے بچا رہا ہے۔ جن لوگوں سے میں نے اپنی پوجا کرانی تھی یہ ان لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہا ہے تو داعی الی اللہ جو ہوتے ہیں حقیقتاً شیطان کے دشمن ہوتے ہیں۔ آدمؑ تو نبی تھے اور نبی سب سے بڑا داعی الی اللہ ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف بلانے والی سب سے بڑی ہستی تو نبیؑ کی ہوتی ہے تو انسانوں میں جو دعوت الی اللہ دینے والے لوگ ہیں وہ حقیقتاً شیطان کے دشمن ہیں۔ اسے ناکوں چنے چبواتے ہیں اور جو دوسرے کو دعوت نہیں دیتے لیکن خود دین پر کاربند ہیں۔ وہ بھی ایک حد تک جہاں تک شیطان کی قوت ہے اس سے دشمنی کر رہے ہیں۔ لیکن جنہوں نے شیطان کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ وہ بھی شیطان کے دوست تو نہیں بن سکتے چونکہ شیطان اور انسان میں دوستی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شیطان دشمنی ان سے بھی کرتا ہے لیکن وہ اس کے غلام بن جاتے ہیں۔ سو فرمایا تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ تمہارے رہنے کی جگہ زمین ہے۔ زمین میں تمہارے رہنے کا اہتمام کر دیا گیا ہے۔ بے شمار نعمتیں ہیں اپنی مقررہ حد تک، جب تک زندگی دی ہے ان سے استفادہ کرو اور تمہیں زمین پر ہی زندہ رہنا ہے۔ زمین پر ہی موت آئے گی اور پھر قیامت کو زمین سے سب کو زندہ کیا جائے گا۔ زمین سے ہی نکال کر کھڑا کر دیا جائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

خوشخبری

حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب و حکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیاء عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کیلئے انتہائی مؤثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

- Rs. 200 — کلسٹرو کیئر Cholestro Care — کلیسٹرو کو صحیح حالت پر رکھتا ہے۔
- Rs. 30 — Cough Ez — کھانسی کیلئے گولیاں
- Rs. 100 — پین گو Pain Go — مالش کیلئے ہر طرح کے درد کیلئے مفید ہے
- Rs. 175 — کیوریکس Curex — کھانے کیلئے جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے
- Rs. 500 — ہیر گارڈ آئل Hair Guard Oil — بالوں کی صحت کیلئے مفید ہے۔
- Rs. 75 — Detergent Super Wash
- Rs. 100 — Shampoo Hair Care — 0321-6569339

ملنے کا پتہ:

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال فون 0543-562200

17-اویسیہ ٹاؤن شپ، لاہور فون 042-35182727

پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج۔ اقبال کے شاہینوں کا مسکن۔ راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق سے مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

پری کیڈٹ تا ایف ایس سی

صقارہ سائنس کالج

داخلہ جاری ہے

(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)	داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1	پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت	طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام
ہاسٹل کی سہولت، بہترین موسم	صحت افزاء مقام	شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع	

پرنسپل حاجی محمد خان، ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ (ریٹائرڈ ایگزیکٹو آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)

مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں۔

صقارہ سائنس کالج دارالعرفان منارہ ڈاکخانہ نور پوری ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200

FOR FEED BACK: SIQARIAH@SIQARAHEDU.COM, SIQARAHEDU.COM

VICEPRINCIPAL@SIQARAHEDU.COM , VISIT AT: WWW.SIQARAHEDU.COM

من الظلمت الی النور

انور علی شاہ (راولپنڈی)

جب شعور کی آنکھ کھلی تو گھر میں ایک عجیب منظر دیکھا۔ گھر کے ساتھ ہی ایک امام بارگاہ تھی جس کے متولی میرے ننھیال میں سے تھے۔ پورا ننھیال شیعہ تھا۔ لہٰذا بچپن مجلس، مرثیہ، سوز اور نوحے سنتے اور ماتم دیکھتے گزرا۔ والد اگرچہ اہل سنت میں سے تھے اور کسی جگہ بیعت بھی تھے مگر ان کا خیال تھا کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت چیزِ دیگرے۔ بعض امور میں والد اہل تشیع کو حق پر سمجھتے۔ انکا خیال تھا کہ شیعہ روایات کا رد ممکن نہیں کم عمری میں میرے لئے یہ فیصلہ کرنا انتہائی مشکل تھا کہ حق کس طرف ہے۔ چنانچہ میں محرم کے دنوں میں امام بارگاہ میں مجلس سنتا اور محرم کے بعد قریبی جامع مسجد میں اہل سنت کے علماء کی تقریریں سنتا۔ گویا ایک اعتبار سے آدھا تیتر، آدھا بٹیر تھا۔

کالج میں آیا تو کالج کی رنگینیوں میں کھو گیا۔ ان دنوں فلم دیکھنا، ریڈیو پر فلمی گانے سننا، دوستوں کے ساتھ تاش کھیلنا یا لطیفے بازی کرنا ہمارے محبوب مشاغل تھے۔ گھر میں کوئی بھی نماز نہیں پڑھتا تھا پھر ہم کیسے پڑھتے؟ جمعہ ضرور پڑھتے تھے اس لئے کہ مسجد میں دوستوں سے ملاقات ہو جاتی تھی۔ دین کو ہم نے مولوی صاحب کے حوالے کیا ہوا تھا کہ جو چاہیں اس سے سلوک کریں۔ تعلیم مکمل ہوئی تو مقابلے کے امتحان میں بیٹھے۔ کامیابی کے بعد سرکاری ملازمت ملی۔ اب ہماری ساری توجہ اپنا مستقبل سنوارنے پر مبذول ہو گئی اس کے لئے کیا کچھ کرنا پڑا، یہ الگ داستان ہے مگر اس تمام عرصہ میں ہم نے مذہب کو اپنے قریب تک نہیں آنے دیا۔

مذہب کے نام پر پہلی بار غیرت اس وقت آئی جب ایک عیسائی مبلغ میرے دفتر آیا اور انجیل کا تحفہ پیش کیا۔ میں نے پس و پیش کی تو کہنے لگا "آپ پڑھے لکھے روشن خیال افسر ہیں پھر انجیل کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے۔ اس لئے اس کا مطالعہ ضرور کریں"۔ میں نے کہا کہ ابھی تو میں نے قرآن کا مطالعہ بھی نہیں کیا، انجیل کا کیوں کروں؟ میں پہلے قرآن پڑھوں گا۔ میرے جواب سے وہ مایوس ہوا۔ اس نے پوری کوشش کی کہ انجیل کا نسخہ میز پر رکھ جائے مگر میں نے اس کی کوشش ناکام بنا دی۔۔ یہ دینی غیرت بھی عارضی ثابت ہوئی۔ کیونکہ قرآن کا مطالعہ میں نے پھر بھی نہ کیا۔

اس دوران ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ میرا چھوٹا بھائی شاہد حسین شاہ جو انجینئرنگ یونیورسٹی ٹیکسلا کا طالب علم تھا، سلسلۂ عالیہ کے صاحب مجاز حیدر زمان صاحب کی دعوت پر سلسلۂ عالیہ میں شامل ہو گیا۔ خاندانی روایات کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس نے داڑھی رکھ لی۔ اس کی اس "حرکت" کو روشن خیال خاندان کیسے برداشت کرتا؟ چنانچہ سب اس کے خلاف ہو گئے۔ اسے "سمجھانے" کی بہت کوشش کی مگر وہ "باز" نہ آیا۔ جب میں نے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ مشتعل ہو گیا۔ کہنے لگا "آپ لوگ بے

دین ہیں۔ میں سلسلۂ نقشبندیہ اویسیہ میں شامل ہوا ہوں۔ آپ کو کیا پتہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہ نعمت اللہ والوں کے لئے ہوتی ہے۔ قلوب پر انوارات کی بارش ہوتی ہے۔ تجلیات باری کا نزول ہوتا ہے''۔ اس کی باتیں سن کر غصہ تو بہت آیا مگر میں نے اسے کہا تم مجھے قائل نہیں کر سکتے۔ اپنے کسی سینئر ساتھی سے میری ملاقات کراؤ۔ شاہد نے دوران گفتگو حضرت امیر المکرم مدظلہ کا نام بھی لیا تھا چنانچہ جب میں چکوال کے سرکاری دورے پر گیا تو تجسس کی خاطر تقریباً عشاء کے وقت حضرت مدظلہ کے پاس ان کے گھر حاضر ہوا۔ میں اب سوچتا ہوں کہ میں نے اتنی بڑی جسارت کیسے کر لی۔ مگر اس وقت آداب شیخ کی سمجھ ہی کہاں تھی؟ حضرت کی خدمت میں کچھ علمی اشکال پیش کئے۔ حضرت امیر المکرم مدظلہ نے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے، کھانا کھلایا اور جب اجازت چاہی تو باہر تک چھوڑنے آئے۔ حضرت کا ایک اجنبی کا اکرام اور پھر ان کی دل پذیر شخصیت دل پر نقش ہوگئی۔

حضرت سے ملاقات کے بعد میرے رویے میں مثبت تبدیلی آئی اور میں نے شاہد کی مخالفت ترک کر دی۔ میں نے نماز باقاعدگی سے پڑھنی شروع کر دی تھی اور قرآن مجید بھی ترجمے کے ساتھ پڑھ لیا تھا۔ اب میں سلسلۂ عالیہ کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہتا تھا۔ ایک بار شاہد کے قریبی عزیز نصیر الحسن صاحب کے پاس واہ کینٹ گیا تو وہاں دو کتابیں دلائل السلوک اور حضرت جی'' نمبر مطالعہ کے لئے ان سے لیں۔ دونوں کتابیں میرے لئے نعمت ثابت ہوئیں۔ دلائل السلوک پڑھنے کے بعد تصوف کے متعلق شکوک وشبہات ختم ہوگئے اور حضرت جی'' نمبر پڑھ کر ایک ایسی عہد ساز شخصیت سے متعارف ہوا جس نے برکات نبویؐ اس طرح لٹائیں کہ خلوص سے آنے والا ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق ولایت خاصہ سے فیض یاب ہوا۔

پھر ایک روز نصیر الحسن، حیدر زماں صاحب کے ہمراہ میرے گھر آئے۔ گفتگو شروع ہوئی تو میں نے اپنی علمی قابلیت کے جوہر دکھانے کے لئے علم تصوف پر اظہار خیال شروع کر دیا۔ سلسلۂ عالیہ پر کچھ اعتراض بھی کئے اور انہیں اپنی ''قابلیت'' سے متاثر کرنے کی ناکام کوشش کی۔ حیدر زمان صاحب کبھی زیر لب مسکراتے اور کبھی میری تصحیح کرتے۔ میری گفتگو ختم ہوئی تو کہنے لگے۔ ''آپ نے بہت سی باتیں کر لیں۔ آیئے کچھ دیر کے لئے ذکر کرتے ہیں'' تقریباً دس منٹ ذکر ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ کمرے کی فضاء بدلی بدلی سی ہے اور دل کی حالت میں ایک تبدیلی آئی ہے جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ خودنمائی کا شوقین خود سر افسر جو ''ہم چوما دیگرے نیست'' کا قائل تھا، تصوف کے اس عملی مظاہرے پر گم سم اور مبہوت سا تھا اور صوفی مطمئن اور مسرور حیدر زمان صاحب آج بھی یہ قصہ مزے لے کر سناتے ہیں۔

اب دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت المکرم مدظلہ کی خدمت میں حاضری دی جائے۔ دارالعرفان میں حضرت سے ملاقات نہ ہو سکی مگر حافظ غلام جیلانی صاحب اور دیگر ساتھیوں سے ملاقات ہوگئی۔ نماز مغرب کے بعد حافظ صاحب نے ذکر کرایا۔ ذکر بہت زبردست تھا۔ میرے گناہگار وجود پر انوارات کی بارش ہو رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ میری روح محو پرواز ہے ایک عجیب کیف اور سرور کی کیفیت طاری ہوگئی جسے الفاظ بیان نہیں کر سکتے۔ ذکر ختم

ہوا تو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا دشوار تھا۔ یوں محسوس ہوا کہ کسی اور جہاں کی سیر کر کے آیا ہوں۔ اس روز مجھے یقین آ گیا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں برکات نبویؐ تقسیم ہوتی ہیں۔ میں نے سوچا کہ اگر یہ دولت سب کے لئے ہے تو یقیناً میرے لئے بھی ہے۔ اب بات حق الیقین تک پہنچ گئی تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ یہ در کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

حافظ صاحب کو جب علم ہوا کہ میں راولپنڈی سے آیا ہوں تو انہوں نے مجھے بریگیڈیئر علی احمد صاحب کا فون نمبر دیا اور تاکید کی کہ ان سے رابطہ کروں۔ راولپنڈی پہنچ کر بریگیڈیئر صاحب کو فون کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ہفتہ وار ذکر ان کے گھر ہوتا ہے۔ میں ذکر کے لئے ان کے ہاں پہنچا بریگیڈیئر صاحب کے گھر ہفتہ وار ذکر کے لئے ساتھی بڑی تعداد میں اکٹھے ہوتے اور بریگیڈیئر صاحب ان پر بہت محنت کرتے۔ جب دورانِ ذکر کھلی آنکھوں سے قلب پر انوارات کی بارش برستے دیکھا تو میں نے بریگیڈیئر صاحب سے کہا میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ ان کے ہمراہ میں دارالعرفان پہنچا اور حضرت امیر المکرم مدظلہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اللہ کریم بریگیڈیئر صاحب کے درجات بلند فرمائے انہوں نے میری تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ انہوں نے مجھے لطائف اور مراقبات کرائے۔ جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا میں ان سے مشورہ کرتا۔ اُن سے میں نے آدابِ شیخ کا قرینہ سیکھا۔ کسی نے خوب کہا کہ ''ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں'' اور تصوف تو سارا ہے ہی ادب۔

میں سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوا تو ایک نیا طوفان کھڑا ہو گیا۔ میری روشن خیال بیوی نے جب میرے روز و شب کے معمولات میں تبدیلی دیکھی تو لٹھ لے کر کھڑی ہو گئی۔ گھر میں روز جھگڑا ہونے لگا۔ میں ذکر کے لئے بیٹھتا تو لائٹ آن کر دیتی۔ کبھی کہ ''یہ کیسا ذکر ہے جو اندھیرے میں سر سے ٹکریں مار رہے ہو'' معاملات بہت بگڑے تو حضرت مدظلہٗ کی خدمت میں اپنا مسئلہ پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا ذکر بھی چلتا رہتا ہے، جھگڑے بھی چلتے رہتے ہیں، وقت آنے پر سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ حضرت کا ارشاد حرف بہ حرف درست ثابت ہوا۔

ذکر کی برکت سے الحمد للہ عقاید درست ہو گئے۔ تہجد نصیب ہونا شروع ہو گئی۔ برکات نبویؐ نصیب ہوئیں، نماز میں بہتری آئی اور معاملات درست ہوئے۔ اللہ سے محبت کا رشتہ استوار ہونے لگا۔ اتباعِ رسالت مآب ﷺ سہل ہو گئی، قران کے مفاہیم سمجھ آنے لگے، یوم آخرت پر ایمان نصیب ہوا، گناہوں میں رفتہ رفتہ کمی آنے لگی، نیک کاموں میں دل لگنے لگا، یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کے صحیح مفہوم کا ادراک ہو گیا۔ میرے جیسے بدکار کو اور کیا چاہیئے؟ اللہ کریم سے دعا ہے کہ استقامت نصیب فرمائے۔ حضرت امیر المکرم مدظلہٗ کو تادیر سلامت رکھے اور ان کے چشمۂ فیض سے سیراب ہونے والے متوسلین کو اسلامی انقلاب کا ہر اول دستہ بنا دے۔ اللہ کرے حضرت مدظلہٗ کی محنت رنگ لائے اور حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ نے صحیح اسلامی سلسلۂ عالیہ کے ساتھی اسلام کی نشاطِ ثانیہ میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

(آمین)

مشائخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

حضرت ابوایوب محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

ابوالاحمدین

حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنیؒ کے مزار پر مجدد فی الطریقت حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ کی روحانی تربیت کے ابتدائی تین سال مکمل ہونے کو تھے۔ یہ جمعہ کا یوم سعید تھا اور حضرت جیؒ کی دیرینہ خواہش کے مطابق حضرت سلطان العارفینؒ نے اپنے حالات قلمبند کرا دیئے تھے اور اب نسبت اویسیہ کا شجرہ لکھوانے کی باری تھی۔ حضرت جیؒ کاغذ قلم تھامے صاحب مزار کی طرف متوجہ تھے۔

شجرہ کا آغاز حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک سے ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد مشائخ عظام کے اسمائے گرامی ترتیب وار بتاتے ہوئے حضرت سلطان العارفینؒ نے جب حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا نام لیا تو اس کے بعد صرف ''حضرت'' کہا اور خاموش ہوگئے۔ کچھ دیر سکوت کا عالم رہا' پھر انتہائی ادب واحترام اور نہایت دھیمی آواز میں ''ابوایوب محمد صالحؒ'' کا نام لیا۔ حضرت سلطان العارفینؒ کی روحانی تربیت براہِ راست حضرت ابوایوب محمد صالحؒ نے فرمائی تھی اور بلا تامل استاد کا نام لینے میں قرینہ ادب مانع تھا۔

حضرت جیؒ کے ایک ریکارڈ شدہ انٹرویو کے ذریعہ حضرت ابوایوب محمد صالحؒ کے جو حالات معلوم ہو سکے' ان کے مطابق آپؒ کا تعلق یمن سے تھا۔ حضرت مولانا جامیؒ کی عمر طبعی کے آخری حصہ میں آپؒ ان کی خدمت میں ہرات آئے اور اکتساب فیض کیا۔ اوائل دسویں صدی ہجری میں فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے حرمین شریفین کی حاضری دی تو مدینہ شریف میں آپؒ سے حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنیؒ کا رابطہ ہوا۔ آپؒ نے ان کی روحانی تربیت فرمائی اور سالک مجذوبی تک اسباق سلوک طے کرائے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت سلطان العارفینؒ مدینہ شریف سے ہندوستان کی سیاحت کے لئے روانہ ہوئے تو انہیں رخصت فرما کر حضرت ابوایوب محمد صالحؒ خود عازم یمن ہوئے۔ زندگی کے باقی ایام آپؒ نے یمن میں ہی گزارے اور وہیں آسودہ خاک ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا وصال 898 ہجری میں ہوا۔ اس طرح حضرت ابوایوب محمد صالحؒ کا ان کی خدمت میں حاضری کا زمانہ نویں صدی ہجری کا آخری عشرہ ہو سکتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے حالات میں یہ تذکرہ گزر چکا ہے کہ انہوں نے مروجہ پیری مریدی سے ہمیشہ اجتناب برتا' خود

کو شیخ طریقت کہلانا پسند نہ فرماتے لیکن اگر کوئی طالب حق مل جاتا تو اس کی تربیت فرماتے۔ شعر و ادب کے حوالے سے اگرچہ مولانا جامیؒ کے متعلقین کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن طریقت میں ان کے بہت کم شاگردوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس بارے میں خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ نسمات القدس میں رقمطراز ہیں:

''بہت سے ایسے علماء وصلحا تھے جو حضرت مخدوم الانام مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ قدس سرہٗ سے بہرہ مند ہوئے تھے لیکن حضرت مخدوم کا افاضۂ نسبت و تعلیم طریقت میں چونکہ آئین و طریق ایما و اشارہ تھا اور وضاحت کے ساتھ امرِ سلوک کا کسی کے لئے اظہار نہ فرمایا تھا' اس لئے آپؒ کے بہت سے متسبین کے حالات اخفا میں رہے اور معلوم نہ ہو سکے۔''

عمر کے آخری حصہ میں اگرچہ مولانا جامیؒ خود طالبان طریقت کے متلاشی تھے لیکن انہیں اس بات کا افسوس ہی رہا کہ ایسے لوگ ناپید تھے۔ حضرت ابوایوب محمد صالحؒ اس وقت اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب وہ ایسے لوگوں کی تلاش میں تھے جو قلب میں انابت رکھتے ہوں' گویا آپؒ خود شیخ کی مراد تھے۔ اگرچہ آپؒ نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا بہت کم زمانہ پایا لیکن یہی وہ دور ہے جب وہ دولت دل کو تقسیم نہیں بلکہ لٹا رہے تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے آپؒ کی تربیت توجہ خاص سے فرمائی۔ حضرت ابوایوب محمد صالحؒ کو خزانہ فیض سے جو حصہ نصیب ہوا ہوگا' اس کا اندازہ صرف اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے بعد شجرہ نسبت اویسیہ میں اگلا نام آپؒ کا ہے۔

جن لوگوں نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے حالات تحریر کئے ہیں' ان میں سرفہرست مولانا رضی الدین، عبدالغفور لاریؒ، میر علی شیر نوائی اور علی بن حسین کاشفی ہیں۔ اول الذکر مولانا جامیؒ کے علم و ادب کے حوالے سے شاگرد خاص تھے اور آخری سالوں میں شب و روز ساتھ رہے۔ مولانا لاریؒ شعبہ تصوف میں اپنی کم مائیگی کا خود اعتراف کرتے ہیں اور کہیں اس بات کا تذکرہ نہیں کرتے کہ وہ خود بھی اجازت یافتہ تھے۔ اسی طرح میر علی شیر نوائی بھی مولانا جامیؒ کے دانشور دوست تھے جبکہ علی بن حسین کاشفی ان کے ہم زلف تھے۔ چونکہ تصوف ان بزرگوں کا شعبہ خاص نہ تھا' اس لئے انہوں نے اس ضمن میں بہت کم تحریر کیا اور ان لوگوں کے حالات صفحہ قرطاس پر نہ آ سکے جنہوں نے مولانا جامیؒ سے اکتساب فیض کیا تھا یا طریقت میں آپؒ کے اجازت یافتہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے خلفاء بشمول حضرت ابوایوب محمد صالحؒ کے تفصیلی حالات تاریخ میں محفوظ نہ رہ سکے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ سے اکتساب فیض کرنے والوں اور ان کے خلفاء کے حالات محفوظ نہ رہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اوائل دسویں صدی ھجری میں ان بزرگوں کو عراق و خراسان

سے ماوراء النہر، ہندوستان اور دور دراز علاقوں میں قزلباش یورش بپا ہونے کی وجہ سے ہجرت کرنی پڑی اور جو وطن چھوڑ نہ سکے وہ ظلماً شہید کردیئے گئے۔

تاریخ کے اس دردناک دور کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت مولانا جامیؒ کے وصال کے کچھ ہی عرصہ بعد دسویں صدی ہجری کے آغاز میں شاہی خاندان کے ایک گروہ نے شیعہ مذہب اختیار کرنے کے بعد خروج کیا۔ ان لوگوں نے عراق پر قبضہ کرنے کے بعد خراسان پر چڑھائی کردی اور مرو اور شہر ہرات میں خوب غارت گری کی۔ وہ صوفیاء اور علماء جنہوں نے اپنا مذہب چھوڑ کر شیعہ مذہب اختیار نہ کیا اور ہجرت نہ کر سکے، مساجد اور مدرسوں میں شہید کردیئے گئے۔ دوران خطبہ خلفائے راشدین کی مدح بیان کرنے پر مساجد کے منبروں پر شہادتیں ہوئیں اور شہداء کی لاشوں کو جلایا گیا۔

انتہا یہ تھی کہ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے صاحبزادے ضیاؤالدین یوسفؒ کی قبر تک اکھاڑ ڈالی اور جن کتابوں میں مولانا جامیؒ کا نام تھا، یک نقطے کی تبدیلی کے ساتھ اسے حکماً ''خامی'' میں تبدیل کردیا۔ ان حالات میں مولانا جامیؒ کے خلفاء اور متعلقین کو علاقہ بدر ہونا پڑا اور تاریخ میں ان کے حالات محفوظ نہ ہوسکے۔ حضرت ابوایوب محمد صالح ؒ کے حالات کی عدم دستیابی کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ نے قریباً ڈیڑھ سو سال بعد ''نسمات القدس'' میں مولانا جامیؒ کے صرف دو خلفاء کا ذکر کیا ہے، جن میں ایک کا نام مولانا محمد صلاحؒ ہے جن کے سامان سے مولانا جامیؒ کا اجازت نامہ برآمد ہوا۔ ان کا تعلق ہرات سے تھا، قزلباشی یورش کے دوران بخارا چلے گئے اور وہیں وصال ہوا۔ تاریخی حقائق کی روشنی میں ان کے بارے میں حضرت ابوایوب محمد صالحؒ کا گمان نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرے بزرگ حضرت صالح تمیمیؒ ہیں۔ تمیمی قبیلہ حضور ﷺ کا ننھیالی قبیلہ ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی قبیلہ ہے۔ اس قبیلے کا ایک بہت بڑا حصہ یمن میں اس وقت بھی آباد ہے۔ اس طرح تمیمی ہونے کی نسبت سے نسمات القدس میں مذکور حضرت صالح ؒ کا وطن مالوف یقیناً یمن ہی ہوگا جو حضرت جیؒ کے ارشاد سے مطابقت رکھتا ہے کہ ابوایوب محمد صالح ؒ کا تعلق یمن سے تھا۔ چونکہ نسمات القدس اصل حالات و واقعات کے ڈیڑھ سو سال بعد لکھی گئی، اس کتاب کے مصنف نے خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت صالح تمیمیؒ قزلباشی یورش میں ہندوستان چلے گئے تھے اور وہیں وصال پایا۔ ان کے مزار کے بارے میں بھی کوئی صراحت نہیں کی گئی جس کی بنیاد پر ان کے وصال کے بارے میں اس رائے کو یقینی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس دور میں اہل اللہ کی روسی ریاستوں، افغانستان یا ہندوستان کی طرف ہجرت ایک تاریخی حقیقت ہے جس کی بنا پر شاید یہ رائے قائم کی گئی ہو۔

اگر حضرت صالح تمیمیؒ ہی ابوایوب محمد صالح ؒ ہیں تو قزلباشی فتنے میں ان کا ہندوستان چلے جانا تو ممکن ہے لیکن حضرت جیؒ کے ارشاد کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں سے

حرمین شریفین چلے آئے جہاں حضرت سلطان العارفینؒ کی تربیت فرمانے کے بعد واپس اپنے وطن یمن چلے گئے جو صاحب 'نسمات القدس' کے علم میں نہیں ہوگا۔ حضرت جیؒ کا یہ ارشاد کہ حضرت ابوایوب محمد صالح ؒ دسویں صدی ہجری کے اوائل میں مدینہ شریف آئے' اس بات کی توثیق کرتا ہے کہ آپؒ نے 898 ہجری میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے وصال کے بعد 916ھ کے فتنہ قزلباش تک اپنا وقت شیخ کے آستانہ پر بسر کیا اور بطریق اویسیہ فیض حاصل کرتے رہے جس کے بعد آپؒ دیگر خلفاء کی طرح ہجرت پر مجبور ہوئے اور ہندوستان سے ہوتے ہوئے حرمین شریفین کا رخ کیا۔ حرمین شریفین کی حاضری کے دوران آپؒ کو مدینہ منورہ میں کچھ عرصہ قیام کرنے کی سعادت ملی۔ اسی دوران روضۂ اطہر ﷺ کے مجاور خاندان کے ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی جو بعد میں حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنیؒ کے نام سے ہندوستان میں متعارف ہوئے۔ انہیں نہ صرف حضرت ابوایوب محمد صالحؒ کی میزبانی کا شرف نصیب ہوا بلکہ نسبت اویسیہ بھی ملی۔ سیاحت کا شوق رکھتے تھے' اسباق سلوک کی تکمیل ہوئی تو ہندوستان کے لئے رخت سفر باندھا۔ حضرت ابوایوب محمد صالحؒ نے انہیں ہندوستان کے سفر پر رخصت فرمایا اور خود یمن تشریف لے گئے۔ اس رائے کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ حضرت سلطان العارفینؒ کے دل میں ہندوستان کی سیاحت کا شوق یہاں کے حالات جان کر پیدا ہوا جو انہوں نے مدینہ شریف میں حضرت ابوایوب محمد صالح ؒ کے زیر تربیت عرصہ کے دوران سنے ہوں گے۔ اس کے بعد یمن میں حضرت ابوایوب محمد صالحؒ کے قیام کے بارے میں تاریخ خاموش ہے اور نہ ہی یہاں آپؒ کی آخری آرامگاہ کے بارے میں کوئی ذکر ملتا ہے۔

نسمات القدس میں حضرت صالح تمیمیؒ کے نام کے ساتھ ''المشہدی'' کا اضافہ بھی ہے جس کی وجہ اس شہر میں آپؒ کا قیام بغرض تعلیم وغیرہ بھی ہوسکتا ہے۔ آپؒ نے خود کو اپنے ایک شعر میں ''شہیدے'' کہا ہے جو بمعنی شہید بھی ہوسکتا ہے اور مشہد کا رہنے والا بھی اور ممکن ہے اسی لفظ کے استعمال سے آپؒ کے بارے میں مشہدی مشہور ہوگیا ہو۔

شہیدے نقش ہازد از غزل بر صفحۂ عالم
ہرآن نقشے کہ زد از فیض شاہ نقشبند آں زد
ایک شہید نے صفحہ عالم پر اپنی غزل سے نقش کھینچے ہیں
جو نقش بھی کھینچا ہے وہ شاہ نقشبند کے فیض سے کھینچا ہے

یہ شعر بھی آپؒ ہی کا ہے:

بیا اے عشق آتش زد دل افسردۂ مارا
بنور خود منور کن تن پژمردۂ مارا
اے عشق آ اور ہمارے افسردہ دل کو گرما دے
پژمردہ کملائے ہوئے جسم کو اپنے نور سے منور کردے

مولانا عبدالغفور لاریؒ نے مولانا جامیؒ کے صاحبزادے ضیاءُ الدین یوسفؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں طریقت میں

مولانا جامیؒ کا جانشین قرار دیا ہے لیکن ترویج نسبت اویسیہ کی سعادت حضرت ابوایوب محمد صالح ؒ کے حصہ میں آئی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ربوبیت ہے کہ وہ نسبت اویسیہ جسے نویں صدی ہجری میں خواجہ عبیداللہ احرارؒ اور مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے ذریعہ عالمگیر سطح پر فروغ حاصل ہوا تھا' حضرت ابوایوب محمد صالحؒ کے ذریعہ مدینہ شریف میں حضرت خواجہ اللہ دین مدنیؒ کے حصہ میں آئی جسے لے کر وہ ہندوستان تشریف لائے اور چار صدیوں تک برزخ میں اس نسبت کے امین رہے۔ ان سے یہ نسبت دور حاضر میں حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ نے وصول کی اور قریباً چار صدیاں زیر زمین رہنے کے بعد ایک مرتبہ پھر اس نسبت نے پورے عالم کو جل تھل کر دیا۔

خواجہ عبیداللہ احرار اور مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا دور متصل ہے۔ قریباً پانچ صدیوں بعد مجدد فی الطریقت حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ کا زمانہ ہے جو احیائے تصوف کا دور ہے۔ موجودہ شیخ نسبت اویسیہ حضرت امیر المکرم نے حضرت جیؒ کا زمانہ پایا اور ربع صدی تک زیر تربیت رہے۔ حضرت جیؒ کے ذریعہ تصوف کی عالمگیریت کا پھر سے احیا ہوا اور عصر حاصر کے شیخ کی توجہ سے یہ روزافزوں ہے۔ تصوف کی عالمگیریت کے ان دو ادوار کے درمیان حائل ہونے والی چار' پانچ صدیوں میں حضرت ابوایوب محمد صالح ؒ وہ عظیم ہستی ہیں جنھوں نے نسبت اویسیہ کی مشعل کو حضرت خواجہ اللہ دینؒ تک منتقل کیا جو چار سو سال دنیائے طریقت کے اس بطل جلیل کا انتظار کرتے رہے' جسے یہ مشعل منتقل کر سکیں یعنی حضرت مولانا اللہ یار خانؒ۔ اگر چہ تاریخ حضرت ابوایوب محمد صالحؒ کے تفصیلی حالات محفوظ نہ رکھ سکی لیکن نسبت اویسیہ کی روئے زمین پر نمود حضرت ابوایوب محمد صالحؒ کی جیتی جاگتی تاریخ ہے جسے دیکھتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے اس قول کو دہرائے بغیر چارہ نہیں:

> ''جیسے پانی زیر زمین موجود رہتا ہے' کسی وقت چشمہ کی صورت میں باہر ابل پڑتا ہے اور زمین کو سیراب کرتا ہے' اسی طرح حقیقی تصوف وسلوک بھی کبھی کبھی غائب ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو پیدا کرتا ہے اور اس کی ذات کے واسطہ سے تصوف و سلوک کا چشمہ ابل پڑتا ہے اور ایک مخلوق کے قلب کو سیراب کرتا ہے۔ اسی وجہ سے سلسلہ اویسیہ ظاہر میں متصل نہیں ہوتا مگر حقیقت میں متصل ہوتا ہے۔''

ھمعات از شاہ ولی اللہؒ

کل عام وانتم بخیر

تمام احبابِ سلسلہ کو دلی

عید مبارک

تمام ایرلائن کی ٹکٹیں بارعایت ایک فون کال پر آپ کے موبائل پر sms
یا ای میل کے ذریعے PNR وصول کریں۔ اندرون ملک و بیرون ممالک
ہوائی سفر کیلئے احبابِ سلسلہ PIA کی ٹکٹیں NIL کمیشن پہ حاصل کر سکتے ہیں
آئندہ سال ربیع الاول سے عمرہ پر جانے والے احباب کے لئے گروپ کا انتظام
کیا جائے گا۔ اپنے ارادوں اور پروگرام سے مطلع رکھیں

منجانب پروپرائیٹر: حافظ حفیظ الرحمٰن، وصاحبزادگان سکندر حفیظ، عامر حفیظ، محمد

طالبِ دعا: العروج انٹرنیشنل ٹریولز (PSA) اینڈ اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز
عبداللہ چوک اکال والا روڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ

0462510559, 2511559 ,2512559,0334-6289958
E-mail.alarooj@hotmail.com

Such a state when feelings and the Divine Lights are acquired from the Qalb of the Shaikh with Allah-swt's Will without involvement of the will of the Shaikh, is not Tawajjuh, rather it could be better called Barkat. Attention and Tawajjuh of Shaikh involves the wilful concentration and reflection of the Divine Lights upon the Qalb of the seeker while it is Barkat when the feelings and Divine Lights are acquired without the involvement of the conscious will of the Shaikh.

Most of the things in a seeker's life happen due to the Prophetic Blessings and transferring these into the seeker's heart is by Allah-swt's Will. For instance, the sunlight affects everything differently ranging from the eggs of an ant to the ripening of fruits on gigantic trees to the life of an elephant, without the sun knowing a vast array of effects its beams have upon the living and non-living beings. The sun by itself is only obeying Allah-swt's command and completing its function of illuminating the universe, while its effects upon the creatures is the blessing of Allah-swt without the sun being notified of anything.

Therefore, statements of people who say that, 'the Attention of Shaikh helped my matters solved', is not only wrong but it's a manifest shirk and accounts equally to associating others with Allah-swt. There is nobody who can solve matters for others, only Allah-swt has the solution for every problem. The entire system of the universe is being run by Allah-swt and He-swt runs it by Himself and His-swt creation has no part in it. He-swt is independent and the only One who is administering the system of the universe, and this is called Tauheed or Unity of Allah-swt. Indeed living with and following pious people leads to the acquisition of Barkat which is always delivered by the Will of Allah-swt.

As stated in Hadith, the Holy Prophet-saws has stated that there are special kind of angels whose living is all zikr and worship. They search for such gatherings where Allah-swt's zikr is being done and after finding such gatherings they call the others and those call others, and they encircle the zikr gathering until they reach the heavens. When zikr is finished, the angels return to the court of Allah-swt, where they are being asked where they have been. They say that they have been to a gathering where Your-swt zikr was being done. Allah-swt replies, be witness to this, as I-swt have forgiven all the attendees of the gathering. Some among the angels enquire and tells Allah-swt that some people in the gathering did not come for the purpose of zikr; rather they came into the gathering because they had some worldly business there. Allah-swt replies that I-swt have forgiven all of those present in that gathering and it is without any condition.

To be Continued

As a term in Tasawwuf, Attention or Tawajjuh means, when a Shaikh directs his concentration and focus intentionally towards the Qalb (heart) of the seeker in order to instil the Divine Lights and feelings into it. It is an act of reflection, where the Divine Lights from the Shaikh's Qalb are reflected intentionally onto the Qalb of the seeker(s).

This process has two components; the method of performing zikr and muraqbat and the ability of the seekers to absorb the attention of the Shaikh, which are two distinct entities. In fact, when Shaikh reflects his attention upon the attendees of a zikr gathering there is no difference in the extent of attention for any single person. It is always the same for every attendee of the zikr gathering and it is independent of the number of people involved in zikr. The difference however, is in absorbing the Divine Lights reflected from the Shaikh's heart upon the hearts of the seekers and everyone absorbs according to their own ability and potential. The extent, effectiveness and intensity of the attention depends upon the spiritual attainments and capabilities of the Shaikh and the higher the status of the Shaikh, the better the results of his attention. However, it is notable that the extent of absorbing the Divine Lights from the Shaikh's Qalb depends upon the individual absorbing capabilities of the seekers, and it is not the same for everyone. It also depends upon the level of devotion, hard work and the degree of piety one practices to attain the spiritual excellence along with the inherent absorbing capability of the Qalb.

An example to understand this process is also described in the Holy Quran which is that of rain. Whenever it rains, it rains equally on everything, whether it is a garden of flowers and fruits or a desolate land which has lost its power of productivity. The response of a fertile land to rain is that the vegetation nourishes and fruitfulness increases, while in a barren land, the bitterness of the soil increases.

Similarly, the effect of the Shaikh's attention is not to convert a desolate heart into a fertile one, but just like an infertile land, it is the job of the owner to work hard on the land to make it cultivable and fertile. The seeker has to work hard on cleaning his/her heart to make it purer and to absorb the attention efficiently, and the tools include repentance on any wrongdoings and abstinence thereafter and also to revert back to Allah-swt's obedience. Attention of Shaikh, however, leads to produce the desire to repent on wrongdoings and to revert an individual to the obedience of Allah-swt.

Therefore, the intentional Attention of Shaikh on the seeker's Qalb is called 'Tawajjuh'. When the connection from the Qalb of the seeker to the Qalb of Shaikh has become stronger, it leads to acquisition of feelings unintentionally and automatically.

The Difference between Attention of Shaikh and the Barkat

Translated Speech of His Eminence Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah (Dated: July 23rd, 2011)

Salanah Ejtima (Dar-ul-Irfan, Munarah)

There used to be sessions of questions and answers during Salanah Ejitmas (yearly gatherings), but for the previous few gatherings we first studied 'Dala'el-ul-Salook' in detail and thereafter, 'Masael-ul-Salook' was explained. It was essential, because these two books are the fundamental books on the subject of Tasawwuf. It is a great blessing of Allah-swt that comprehensible commentary on these two books was completed, and insha Allah after it is published, it will be a great help for the seekers.

Today we got some time for questions and answers session, and I have been asked by a few companions about some matters. One basic question was asked which was, "What is the Attention of Shaikh?" as many of our companions kept saying to me that, a particular matter was solved by your attention. For example, I found a job because of your attention or my child was sick and he recovered with your attention. So we have to see what actually is meant by the Attention of Shaikh!

Similar question was once asked by one of our honourable school teacher. He was a very polite and gentle person both in physical outlook and social standing. He used to wear a turban over a kulla, which in present times of our society can be seen but very scantily. So he asked me that, I could not understand a sentence told to me by a pious man whom I visited when I was young. He said that I was being told that, 'You have a very good spirit but I need some 'Attention''. Since that time, so much time has passed but this sentence is pricking me from the inside and still I cannot understand the meaning of the sentence that, 'I need Attention'. I don't know what he meant by 'Attention.'

I personally could not understand the question, because I was in my adolescence and hardly in 7th or 8th class of middle school. I listened to the question but couldn't understand it and was left without an answer. And now again, somebody asked this same question about Attention and its reality.

Therefore, the word Attention in terminology of Tasawwuf bears a distinct meaning, which although quite similar to the literary meaning of the word, but still has its own definition. In Urdu literature the word 'Tawajjuh' or 'Attention' means, to direct your thought and concentration towards something and to notice it with great focus.

argument is deceitful, In other words to create deception by leaving out certain parts of a passage or by presenting it out of context.

On this topic too, Mirza Ahmed Ali employed deception when he presented Ibne Kathir's account by reading just the words, 'Hazrat Umar-rau asked Hazrat Huzaifah-rau: Am I from among the Hypocrites?'

In reply, Hazrat Ji-rua read out next words from 'Ibne Kathir', which follow the passage read out by Mirza Ahmed Ali. 'Qaala La!' Hazrat Huzaifah-rau replied: 'Absolutely not!'

Hazrat Huzaifah-rau's reply was that Hazrat Umar-rau was not a Hypocrite, but Mirza Ahmed Ali had slyly omitted these words.

The Companions-rau of the Holy Prophet-saws and hypocrisy? This was as if it were a combination of two opposites! No evidence could support this claim. After Mirza Ahmed Ali was rendered silent, Mullah Faiz leapt up and without presenting any evidence or reference came up with this piece of nonsense, 'The Three Companions are hypocrites'. Allah Forbid!

In reply Hazrat Ji-rua read the following verse: 'Truly if the Hypocrites and those in whose hearts is a disease, and those who stir up sedition in the city, desist not, We shall certainly stir thee up against them: Then will they not be able to stay in it (Madinah Munawwarah) for any length of time'. (Al Azhaab-60)

Hazrat Ji-rua then read the commentary on this Ayat from the Shi'a book 'Tafseer Safi wa Manhajus Sadiqeen' and said: This is how this Ayat had been interpreted by the Shi'a commentators: 'We will certainly incline you, the Holy Prophet-saws, to kill and banish these Hypocrites, and these Hypocrites will not stay with you in Madinah except for a very short period.'

He then turned to the two and asked: 'Now tell me if according to you people the Three Companions rau were Hypocrites (We seek refuge with Allah Taala) then why is it that the Holy Prophet saws did not give the order for them to be killed or proclaim them to be banished?'

In reply to this Mullah Faiz and Mirza Ahmed Ali remained silent for a while and finally presented this explanation: The Three Caliphs-rau were from that party of Hypocrites who did not harm the Holy Prophet saws and the order in the Holy Quran is for those Hypocrites who harmed him-saws. Hazrat Ji-rua then demanded: 'Present us those words from the Holy Quran which proves the specification stated by you. There is generality in this verse of the Holy Quran; this order is for all Hypocrites.'

To be Continued

important; 'Iman (Faith), Quran and the Caliphate'. Some details of this Manazara are still preserved with the Ulama. The high standard of intellectual scholarship of this era of Manazaray can be easily assessed from the information gleaned from Muhammad Al Farooqi al Nomani of 'Darul Mo'allefeen' Karachi One can easily discern on one hand, the demonstration and references from the Holy Quran and Hadees; and on the other the stratagem and tricks employed to displace the references from their context and distort the meanings.

The discussion commenced on the issue of transposition of the words of the Holy Quran (to change its meaning), and Hazrat Ji-rua read the following words on the topic in Arabic from the famous Shi'a book 'Fasal al Khitab': 'The Quran that was collected by Hazrat Ali-rau after the death of the Holy Prophet-saw is now in the possession of Imam Mahdi and when he appears he will order people to study from this Quran which totally differs from the present Quran; not only in the order of the Surahs but also in its content i.e. verses and words.'

Mirza Ahmed Ali could not deny or refute the reference quoted by Hazrat Ji-rua, instead he cunningly presented the assembly a quote from the Holy Quran, and said that just as the words 'Haazal Quran' (this Quran) have been used in this verse, so also were the words 'this Quran' used in the quotation under discussion.

'My people left this Quran and did not follow (act on) it.' Al Furqan 30.

Hazrat Ji-rua replied: I am not inquiring about the words of the Holy Quran, rather I am inquiring about the words 'Haazal Quran' (this Quran) mentioned in 'Fasal al Khitab'. I have your famous book 'Fasal al Khitab' here in my hand.'

Mirza Ahmed Ali could not give any answer because after a reference from a book of the stature of 'Fasal al Khitab' it was impossible to prove from any of their original books their Iman (Faith) on the Holy Quran (Iman bil Quran).

When he was rendered speechless on this subject, to change the topic he quoted the following passage from 'Meezan al A'itedal': Hazrat Umar-rau said to Hazrat Huzaifah-rau 'By Allah swt I am a Hypocrite'....Allah Forbid!

Hazrat Ji-rua opened 'Mizaan al A'itedal' and read out the next words adjacent to the passage just read out by Mirza Ahmed Ali, 'It is impossible that these words could have been spoken by Hazrat Umar-rau. I suspect this narrative to be false.'

To give testimony against an opponent using his reference book is only possible when one has a complete command over not only one's own reference books but also those of the opponents.Hazrat Ji-rua knew very well that the essential part of the passage from 'Meezan al A'itedal'had been deliberately left out. It is as if after someone reads part of the following verse from the Holy Quran:'Don't come near prayer...' and starts insisting that the Quran forbids Salah, and intentionally leaves out the next part ...'when you are in a state of inebriation.' This type of

Hayat-e-Javidan Chapter 12

A Life Eternal (Translation)

FATIH AZAM

The culture of Manazaray has always existed in the world since ancient times for religious research and verification. In the Holy Quran the contest of questions and answers mentioned between Our Master Hazrat Ibrahim-as and Namrood was in a Manazara (debating) style. In the 15th century AD. when Baghdad was established as the centre of intellectual learning, it was a popular practice to hold discussions and debates on religious and Fiqhi matters in the form of a Manazara. These were held either under the patronage of the government or directly by the general public. In the Indian subcontinent approximately two decades of the mid 20th century are seen to be a particularly active period for Manazaray.

These Manazaray, which are completely different from today's interfaith fighting, were purely religious and intellectual discussions. Before commencing the Manazara the two parties would establish its rules and conditions. The manner/ method of discussion would be decided upon and each side would propose their president for the Manazara. Among the local supporters, one notable resident would assume the patronage for each group. Together the two presidents and two patrons would maintain order and discipline at the venue and bind the speakers to adhere to the agreed rules. To declare the result, a panel of judges was selected by consensus between the two parties, but the real judge of the outcome was the general public. Whether the venue for the Manazara was a Masjid or a Jalsah-gah (open space /ground), the supporters of both parties sat beside each other and their triumphant applause during the Manazara would indicate which party scored the upper hand.

At these Manazaray Hazrat Ji-rua would, at times move his address, away from the current topics specially when the opponent accepted defeat or shrank from facing him. His Manazara addresses were a treasure house of quotations from the Holy Quran and Hadees and literary references and it is a pity that this priceless heritage could not be preserved.

Manazara Jhelum

Among the Manazaray of Hazrat Ji-rua, the Manazara of Jhelum achieved great fame and renown. His opponents were two famous Shi'a debaters:Mullah Mirza Ahmed Ali Amratsari (d. 1390 H.) and Mullah Faiz Makhyalvi (d. 1371H.) The topic of the debate was extremely

فہرست کتب

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ ادارالعرفان منارہ ضلع چکوال

شیخ المکرم حضرت مولانا اللہ یار خانؒ

1۔تعارف (اردو)	15.00
2۔تعارف (انگ[illegible]	20.00
[illegible]سول (اردو)	250.00
[illegible]دلائل السلوک (انگریزی)	250.00
5۔حیات النبی ﷺ	30.00
6۔حیات برزخیہ (اردو)	200.00
7۔حیات برزخیہ (انگریزی)	40.00
8۔اسرار الحرمین	80.00
9۔علم وعرفان (اردو)	25.00
10۔علم وعرفان (انگریزی)	25.00
11۔عقائد وکمالات علمائے دیوبند	30.00
12۔سیف اویسیہ	35.00
13۔تفسیر آیات اربعہ	40.00
14۔الدین الخالص	200.00
15۔ایمان بالقرآن	120.00
16۔تحریر المسلمین عن کید الکاذبین	200.00
17۔تحقیق حلال وحرام	40.00
18۔شکست اعدائے حسینؓ	35.00
19۔دامادِ علیؓ	20.00
20۔بنات رسول ﷺ	15.00
21۔الجمال والکمال	25.00
22۔حیات طیبہ اول	600.00
23۔حیات طیبہ دوئم	500.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

1۔غبارِ راہ اول	150.00
2۔غبارِ راہ دوئم	100.00
3۔ارشاد السالکین اول	40.00
4۔ارشاد السالکین دوئم	25.00
5۔لطائف اور تزکیہ نفس	15.00
6۔دیارِ حبیب میں چند روز	20.00
7۔نور وبشر کی حقیقت	15.00
8۔کنز الطالبین	200.00
9۔راہی کرب وبلا	20.00
10۔رموزِ دل	60.00
11۔حضرت امیر معاویہؓ	35.00
12۔طریق نسبت اویسیہ	250.00
13۔تعلیمات وبرکات نبوت	200.00
14۔خطبات امیر	120.00
15۔کنوزِ دل	250.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی (تفسیر قرآن)

1۔اسرار التنزیل (اردو)	2300.00
چھ جلدوں میں (فی سیٹ)	
2۔اسرار التنزیل (انگلش)	2000.00
پانچ جلدوں میں (فی سیٹ)	
3۔اکرم التفاسیر (زیرِ طبع)	
جلد اول۔دوم۔سوم	
(فی جلد)	270.00
(جلد چہارم)	370
(جلد پنجم)	300
(جلد ششم)	350
(جلد ہفتم)	470

پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحبؒ

1۔انوار التنزیل	25.00
2۔چراغ مصطفوی ﷺ	35.00
3۔اطمینان قلب	60.00
4۔تصوف وتعمیر سیرت (اردو)	60.00
5۔تصوف وتعمیر سیرت (انگریزی)	120.00
6۔کس لئے آئے تھے (اردو)	25.00
7۔کس لئے آئے تھے (انگلش)	25.00
8۔بزم انجم	40.00
9۔عظمت صحابہؓ	10.00
10۔ذکر اللہ (اردو)	15.00
11۔لغزشیں	25.00
12۔مغالطے	30.00
13۔ٹھوکریں	20.00
14۔قرآن حکیم اور دعوت وتبلیغ	15.00
15۔نفتاور ہماری زندگی	25.00
16۔والناس	20.00
17۔خدایا ایں کرم بار دگر کن	25.00
18۔تصوف کی پہلی کتاب	50.00
19۔تصوف کی دوسری کتاب	70.00
20۔تصوف برائے انٹرمیڈیٹ	100.00
21۔دین ودانش	25.00
22۔اسلامی تہوار	10.00

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

1۔ہشت روزہ کورس	100.00
2۔سہ ہفتہ کورس	150.00
3۔پنج ہفتہ کورس	200.00
4۔چشمین گوئیاں	15.00
5۔اسلام اور تہذیب جدید (اردو)	120.00
6۔اسلام اور تہذیب جدید (انگریزی)	120.00
7۔طریق السلوک فی آداب الشیوخ	300.00

ملنے کا پتہ

اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

Shawal 1432

September 2011

ماہنامہ المرشد

الله رسول محمد

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

He indeed has attained bliss who has cleansed himself. And who remembers the names of his Rabb. And then prays.

عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا
النَّاسُ اذْكُرُوا اللّٰهَ اذْكُرُوا اللّٰهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ
جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ (سنن الترمذی)

Narrated by Abi bin Kaab (R.A), it was the noble practice of the Prophet (S.A.W) that he would rise from sleep after two third night and call out to people, O People remember Allah, O people remember Allah (do zikr Allah), Earthquakes are about to occur and death is around the corner with its ordeals.

بسم الله الرحمن الرحيم

Unlike the worldly wealth which increases by accumulating, the spiritual wealth grows by distributing so share your spiritual wealth with everyone, be they your friends or acquaintances.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبدالباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255